

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

کتاب و سنت کا توحیدان علی دعوتی و اصلاحی

سلسلہ وار



نگران: حافظ اسعد محمود سلفی

مدیر: محمد عظیم حاصل پوری

الملک محمد

1 مارچ 2009ء، ربیع الاول 1430ھ

- ✓ شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ
- ✓ صحیح حدیث حجت ہے، چاہے خبر واحد ہو یا متواتر
- ✓ عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت
- ✓ کاش یہ میت میری ہوتی
- ✓ نبوت کی گواہی.....!
- ✓ اے بدن بول ذرا.....!



ناشر

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوہر انوالہ



إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ

علمی و فنی و اصلاحی

کتاب و سنت کا ترجمان

① مارچ 2009ء ربیع الاول برطانیہ 1430ھ

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ
پہنچم جامعہ ہذا

نگران اعلیٰ

حافظ اسعد محمود سلفی

بیاد

شیخ الحدیث و الشیخہ حضرت مولانا

محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

حکیم محمود سلفی رحمہ اللہ

مدیر

محمد عظیم حاصل پوری

معاون

مجیب الرحمن سیاف

فہرست

مجلس ادارت

- درس قرآن — الشیخ عبدالوہید ساجد — 3
- درس حدیث — ابو عبداللہ زابد — 7
- احکام و مسائل — حافظ عبدالمنان نور پوری — 12
- عمید میلاد النبی کی شرعی حیثیت — رحمت اللہ شاکر — 19
- قرآن کو درست اور بھرپور کر پڑھو — قاری عنایت اللہ ربانی — 27
- صحیح حدیث قابلِ حجت ہے.....! — حافظ زبیر علی زئی — 31
- نبوت کی گواہی..... — مجیب الرحمن سیاف — 34
- کاش! یہ میت میری ہوتی — ذوالفقار احمد ذکی — 39
- شیخ الحدیث و الشیخہ محمد اسماعیل سلفی — حافظ عبدالسلام زابد — 44
- اے بدن بول ذرا...! — محمد عظیم حاصل پوری — 52
- ربیع الاول تاریخ کے آئینہ — محمد عثمان اسماعیل سلفی — 59
- پتھروں کی میرے نبی ﷺ سے محبت — قاری تنویر احمد — 64
- کلید توحید کی شرائط — قاری عبدالسلام — 66
- لکھ رہا ہے انسان کتاب اپنی — سلمان سلیمان سلفی — 68
- میری ماورعی — زکریا سہیل — 73
- بزم اطفال — طلباء جامعہ ہذا — 77

شیخ الحدیث مولانا محمد عظیم رحمہ اللہ

پروفیسر حافظ ارشد رحمہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

غلام مصطفیٰ فطیمہ راسن پوری رحمہ اللہ

الشیخ عبدالوہید ساجد رحمہ اللہ

ضیاء اللہ کھوکھر رحمہ اللہ

اساتذہ جامعہ ہذا

طلبا جامعہ ہذا

انتظامیہ جامعہ ہذا

خط و کتابت

جامعہ اسلامیہ سنڈیا (سبکدوم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

0301-6131916

055-3846592

السلامیہ سنڈیا (سبکدوم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

بارش کا پہلا قطرہ



آج صحافت اپنی ساری قوتیں سادہ لوح مسلمانوں کو راہ راست سے ہٹانے کے لیے بروئے کار لا رہی ہے، اور مبلغین مذاہب باطلہ مسلمانوں کے عقائد پر ضرب کاری لگا رہے ہیں، حق پرستوں کو مٹانے کی سازشیں ہو رہی ہیں، دین اسلام کی قدیلوں کو بجھانے کی ناپاک جسارتیں ہو رہی ہیں۔ حالات کچھ ایسے بن چکے ہیں کہ مسلمانوں کی عظمت قصہ پارینہ بن چکی ہے، شان و شوکت ماضی کے اوراق میں دفن ہو چکی ہے، عزت ذلت میں، قوت کمزوری میں بدل چکی ہے، اقوام عالم میں وقار اور دبہ ختم ہو چکا ہے، ذلت اور ادبار کی گھنگور گھٹائیں چھا چکی ہیں، مسلمان جاہلیت کے صحراء میں سرگشتہ، غلامی و محکومی کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں غرق ہیں اب از سر نو مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو اجاگر کرنے، ذلت و ادبار کی پستی سے نکال کر عزت و اقبال کے مقام رفیع پر فائز ہونے کی ضرورت ہے اور ایسے افراد کی ضرورت ہے جو دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے جذبے سے سرشار ہو کر اسلامی صحافت کو فروغ دیں اور ہر انسان اپنے آپ کو اسلامی قالب میں ڈھال لے پھر دیکھیں کیسے اسلام کے فیوض و برکات سے چہار دانگ عالم میں مسلمانوں کی عظمت کا سکھ رواں ہوگا۔

آج بھی ہو ابراہیم سا ایمان پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی المکرم آپ کے ہاتھ میں ہے یہ جامعہ ہذا کے اساتذہ اور طلباء کی پہلی کاوش ہے اسے بارش کا پہلا قطرہ کہنا بے جا نہ ہوگا اس کا سارا کریڈٹ مولانا محمد عظیم حاصل پوری رحمۃ اللہ علیہ کو جاتا ہے جنہوں نے اس کی پروڈکشن میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو صرف کیا۔ امید واثق ہے کہ یہ رسالہ مسلمانوں کو اپنا ماضی یاد دلانے اور اپنی اصل کی طرف لوٹنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔



((فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۝ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوُتَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝ إِنَّهُ لَفُرْقَانٌ

کَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝))
سورۃ الواقعہ (۵۶-۷۵ تا ۷۸)

”پس نہیں، میں ان جگہوں کی قسم کھاتا ہوں جہاں ستارے گرتے ہیں، اور بیشک اگر تم جانو تو یقیناً یہ ایک ایسی قسم ہے جو بہت بڑی ہے، کہ بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت پڑھی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی ہے۔“

اہل اسلام کا اس پر ایمان ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی ایسی کتاب ہے جو اس نے ساری مخلوق میں سے افضل ختم المرسلین سید الاولین والآخرین جناب محمد ﷺ پر نازل کی ہے اللہ نے فرمایا:

((وَإِنَّهُ لَنَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ، نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ، عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ))

”اور بیشک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے جسے امانت دار فرشتہ لے کر اتر رہا ہے تیرے دل پر تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو جائے“

سورۃ الشعراء (۲۶-۱۹۱ تا ۱۹۴)

نیز فرمایا: ((نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْغَافِلِينَ)) ”ہم تجھے سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس واسطے سے کہ ہم نے تیری طرف یہ قرآن وحی کیا ہے اور بیشک تو اس سے پہلے یقیناً بے خبروں سے تھا۔“

سورۃ یوسف (۱۲-۳)

قرآن کریم بھی وہ کتاب ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے پہلی کتب سماویہ کے احکام کو منسوخ کر کے اختلاف کو رفع کرنے والی ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

((تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا))

”بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی کتاب اتاری تاکہ وہ جہانوں کیلئے ڈرائیو والا ہو۔“

سورة الفرقان (۱۰۲۵)

نیز فرمایا: ((إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَفُصِّلُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ، وَإِنَّهُ لَهْدَىٰ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ)) ”بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بیشک وہ یقیناً ایمان والوں کیلئے ایک ہدایت اور رحمت ہے“

سورة النمل (۷۷، ۷۶-۲۷)

فرمایا: ((كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ))

”لوگ ایک ہی امت تھے پھر اللہ نے نبی بھیجے جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے اور انکے ہمراہ حق کی کتاب اتاری تاکہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انہوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انہی لوگوں نے کیا جنہیں وہ دی گئی تھی اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آچکیں آپس کی ضد کی وجہ سے پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انہیں اپنے حکم سے حق کی اس بات کی ہدایت دی جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف چلا دیتا ہے۔“

سورة البقرة (۲۱۳-۲)

فرمایا: ((يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ، يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ

وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ)) ”اے اہل کتاب بیشک تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تمہارے لئے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے“

سورة المائدة (۵-۱۵، ۱۶)

یہ کتاب ہدایت ایسی معیاری اور محفوظ ہے جس میں تا قیامت تحریف و تبدیلی ممکن نہیں کیونکہ اس کے نازل کرنے والے نے خود اس کا ذمہ اٹھا رکھا ہے نیز فرمایا۔

((وَإِنَّهُ لِكِتَابٌ عَزِيزٌ، لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ)) ”اور بلاشبہ یقیناً ایک باعزت کتاب ہے اس کے پاس باطل نہ اس کے آگے سے آتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، ایک کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی طرف سے اتاری ہوئی ہے“

سورة حم السجدة (۴۱-۴۲ تا ۴۳)

نیز فرمایا: ((إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ)) ”بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں“

سورة الحجر (۱۵-۹)

یہ ایسی کتاب ہے جس میں بہت سے علوم و فنون، شاندار معلومات، تاریخ، شرعی احکام، پیش گوئیاں، قانونی ضوابط، لڑائی اور حکمرانی کے اصول اور آخرت کے حالات وغیرہ ہیں اور اس کا پیش کار ایک امی (ان پڑھ) ہے جس نے کسی درس گاہ سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ قرآن مجید منزل من اللہ ہے اور سب کے لیے تا قیامت ضابطہ حیات ہے اللہ والجلال والا کرام نے تمام جن و انس کو چیلنج کیا ہے کہ وہ اس کی مثل پیش کریں فرمایا:

((قُلْ لِّئِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ

بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا))

”کہہ دیجئے! اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنالائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو“

سورة الاسراء (۱۷-۸۸)

لہذا اس کتاب پر ایمان لانا ہر اک پر فرض ہے اس پر عمل کرنا اس کو ضابطہ حیات تسلیم کرنا لازم ہے اس سے دنیا میں کامیابی اور آخرت میں نجات ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ))

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی“

سورة النساء (۴-۱۳۶)

فرمایا: ((فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى))

”تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو نہ گمراہ ہوگا، نہ مصیبت میں پڑے گا“ سورة طہ (۲۰-۱۲۳)

فرمایا: ((فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ)) ”پھر جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے سوائیں ان کا رب اپنی

رحمت میں داخل کرے گا یہی صریح کامیابی ہے“ سورة الحاثیة (۵-۳۰)

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید پر ایمان اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

ہر وضوء کے ساتھ مسواک کرو محمد مزمل (درجہ اولیٰ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اگر مجھے اپنی امت کو مشقت اور تکلیف میں مبتلا کرنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا اور بخاری میں ہے کہ ہر وضوء کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا“

بخاری، الجمعة، باب السواک يوم الجمعة (۸۸۷)



عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم ((أُعْطِيَتْ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَيُعْتَبَرُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ وَأَحْلَلْتُ لِي الْغَنَائِمَ وَلَمْ تَحُلْ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ طَيِّبَةً طَهُورًا وَمَسْجِدًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَذْرَكْنَاهُ الصَّلَاةَ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيَّ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَأُعْطِيَتْ الشَّفَاعَةُ))

”حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے پانچ ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو عنایت نہیں کی گئی۔

① ہر نبی کو خاص اسی کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔

② پہلے کسی نبی کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا لیکن میرے لیے اسے حلال کیا گیا ہے۔

③ اور صرف میرے لیے ہی تمام زمین پاک، مطہر اور مسجد بنا دی گئی ہے لہذا جو شخص کہ پالے اس کو نماز وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔

④ اور میری ایسے رعب سے مدد کی گئی جو (لوگوں پر) ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہو جاتا ہے۔

⑤ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔“ مسلم، المساجد، باب المساجد ومواضع الصلاة (۵۲۱)

یہ حدیث احادیث کی سترہ (۱۷) کتب میں موجود ہے اور دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے بیان

کیا ہے نیز ان کتب میں اس حدیث کے چھپن (۵۶) طرق یعنی اسناد موجود ہیں اس طرح یہ حدیث متواتر ہوئی اور متواتر کی بھی اعلیٰ قسم متواتر لفظی ہوئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ حدیث مبارکہ آپ ﷺ کی جن خصوصیات و امتیازات اور اعزازات و افتخارات کا ذکر ہے، ان میں کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ حدیث میں مذکور خوبیوں اور اوصاف سے آپ ﷺ بہ کمال و بہ تمام متصف و مشرف ہیں ان خصوصیات میں سے اس مقام پر ہم صرف ایک چیز کا مختصر ذکر کریں گے۔

شفاعت عظمیٰ

حدیث میں موجود شفاعت سے مراد شفاعت عظمیٰ یعنی سب سے بڑی شفاعت ہے اور اس شفاعت کے بارے آپ ﷺ کے درج ذیل ارشادات و فرمودات گرامی ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ لِّدَعْوَاهَا فَأَرِيدُ أَنْ أُخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِّأُمَّتِي فِي الْآخِرَةِ))

”ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے وہ وہ دعا کرتا ہے پس میں نے اپنی دعا کو محفوظ رکھا ہے قیامت کے دن اپنی امت کے لیے سفارش کرنے کے لیے“

بخاری، الدعوات، باب لكل نبی دعوة مستجابة (۶۳۰۴)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول تلاوت فرمایا: ”اے میرے رب بے شک انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا، پس جس نے میری پیروی کی، بے شک وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو بیشک تو بخشے والا نہایت مہربان ہے“ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول تلاوت فرمایا: ”اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو، تو بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا میری امت میری امت تو (زار و قطار) رونے

لگے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت جبریل کو فرمایا:

حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ [اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں] ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں راضی اور خوش کر دیں گے پریشان اور غم زدہ نہیں کریں گے۔

مسلم، الايمان، باب دعاء النبي لأمته وبكائه شفقة عليهم (۴۹۹) (۳۴۶)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور وہ قیامت کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں گے [اور محدث محمد بن عبید العنبر ی راوی حدیث فرماتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ کس طرح قیامت کی پریشانی کو دور کیا جائے] تو وہ کہیں گے ہم کسی شخص کو اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کے لیے لاتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اس جگہ کی پریشانی سے نجات دلائے تو جناب انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ آدم ہیں تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اور آپ کے جسم میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کریں تاکہ وہ ہم کو اس پریشانی سے نجات دے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس موقع پر اپنی خطا یاد کریں گے اور فرمائیں گے کہ یہ میرا مقام نہیں ہے۔ (ان کو اپنے رب سے حیا آئے گی) لیکن تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو کہ پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو مبعوث فرمایا تھا، پھر لوگ جناب نوح علیہ السلام کے خدمت میں حاضر ہونگے اور حضرت نوح بھی معذرت کر لیں گے اور فرمائیں گے کہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی تھی لہذا مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔

تم ایسا کرو تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا خلیل بنایا تھا تو لوگ جناب ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے لیکن جناب ابراہیم علیہ السلام بھی معذرت کریں گے اور اپنی خطا کا ذکر کر کے رب کے سامنے اس فعل سے باز رہیں گے اور فرمائیں گے۔

کہ تم جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا تھا اور ان کو تورات عطاء کی تو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی خطا کا ذکر کر کے معذرت کر لیں گیا اور اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے حیا کریں گے اور کہیں گے کہ تم جناب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو کہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں لوگ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں جاؤ جن کے پہلے اور پچھلے سب گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا پھر لوگ میرے پاس حاضر ہوں گے اور میں اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی پھر میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہیں گے مجھے اسی حالت میں رہنے دیں گے پھر مجھے کہا جائے گا ”اے محمد ﷺ اپنا سر مبارک اٹھائیں اور کہیں آپ کی بات قابل سماعت ہے مانگیں آپ کو نوازا جاتا ہے سفارش فرمائیں آپ کی سفارش قابل قبول ہے“ تو اس موقع پر میں اپنے رب تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کروں گا جو اس وقت مجھے تعلیم ہوگی پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا پھر میں سجدے میں چلا جاؤں گا جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہیں گے مجھے اسی حالت میں چھوڑ دیں گے پھر کہا جائے گا ”اے محمد ﷺ! کہیں! آپ کی بات قابل سماعت ہے، سوال کیجئے عنایت کیا جائے گا، سفارش فرمائیں، قبول کی جائے گی“ تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو رب تعالیٰ کی تحمیدات کروں گا جو کلمات اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت سیکھائیں گے پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی پس میں ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ راوی حدیث کہتے ہیں معلوم نہیں کہ تیسری یا چوتھی دفعہ کے بعد آپ ﷺ فرمائیں گے اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرمائیں گے جہنم میں اب صرف وہ ہیں جن کے لیے ہمیشہ ہمیشہ جہنم ہے اور قرآن نے ان کے لیے خلود نار واجب کر دیا ہے۔

خلاصہ کلام

قصہ مختصر یہ کہ شفاعت عظمیٰ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک اہم ترین خصوصیت ہے اور اس کا فائدہ گناہگار اور اہل ایمان کو قیامت کے روز خروج نارا اور دخول جنت کی صورت میں نصیب ہوگا اور اس کے علاوہ آپ ﷺ کا قرب الہی اور دیگر انبیاء و رسل پر تفوق کا یہ شفاعت ایک مظہر اور واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی اس شفاعت کے زمرہ میں شامل فرمائے جن کو آپ کی شفاعت کی بدولت بغیر حساب کے جنت نصیب ہونی ہے

اہلحدیث اور غیر مقلدین میں تراوف نہیں ضیاء الرحمن (درجہ سابعہ)

اسوقت عموماً مخالف حلقوں میں اہلحدیث اور غیر مقلد دوہم معنی لفظ سمجھے جاتے ہیں اور اہلحدیث حضرات بھی اسے گوارا کرتے ہیں لیکن واقعاً یہ درست نہیں۔ اعتقادی بدعات کے دور میں ایسے لوگ ملتے ہیں کہ وہ خفی بھی ہیں معترزی بھی، شافعی، مالکی حتیٰ کہ حنابلہ بھی کلام اور فلسفہ سے متاثر ہونے کے باوجود فروع میں اپنے ائمہ سے وابستہ رہے۔ اشعریت، ماتریدیت کا بھی ان فروعی مسائل میں بنیادی فرق تھا لیکن اسوقت بھی اہلحدیث مروجہ تقلید سے انحراف کے باوجود کلام کی جدید راہوں سے چنداں متاثر نہیں ہوئے بلکہ یہ لوگ ان جدید اعتقادات اور نئی نئی ایجادیں تعبیرات سے برسرِ پیکار رہے۔

بحوالہ: تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی (ص ۱۸۷)

بچوں کو بوڑھا کر دینے والا دن عابد یعقوب (درجہ ثانیہ)

”اگر تم نے (رسول ﷺ کا) انکار کیا تو اس دن کی سختی سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گی جس کی ہولناکی سے آسمان پھٹ جائے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔“ (المزمل ۷۳-۱۷۰، ۱۸۰)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب عبدالمنان نور پوری صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ اور آپ کے اہل خانہ بخیریت ہونگے، جیسا کہ پہلے خطوط میں اور بالمشافہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ آج کل جماعت منہاج القرآن کا بریلوی مسلک قائد طاہر القادری عوام الناس کو اپنی کتب، رسائل اور سی ڈی وغیرہ کے ذریعے گمراہ کرنے کی مہم پر لگا ہوا ہے ان حالات میں ضروری ہے کہ علماء حق اس کے رد اور توڑ کیلئے سامنے آئیں، بحر حال میری درخواست ہے کہ میں آپ کے سامنے اسکے دلائل پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کتاب وسنت کے مطابق دلیل سے، عقل سے، نقل سے، اصل طریقہ سے یعنی ہر طریقہ سے اس کذاب کا رد کریں یہ آپ کا عوام الناس پر احسان ہوگا جو شرک و بدعت کے تاریک غار میں جا رہے ہیں درج ذیل اقتباسات اس طاہر القادری کے ایک پروگرام دورہ صحیح بخاری سے لیے گئے ہیں جواب کی استدعاء ہے۔

(۱) صحیح بخاری لکھنے کا سبب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب ہے پس جو لوگ صالحین کے خوابوں کا انکار کرتے ہیں یا مذاق اڑاتے ہیں انہیں صحیح بخاری کو تسلیم ہی نہیں کرنا چاہیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی جس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

احادیث نبوی ﷺ میں سے صحیح اور ستقیم احادیث کو جدا کرنا شروع کیا یہ چیزیں امام بخاری رحمہ اللہ کا عقیدہ ظاہر کرتی ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے عمر بھر اپنے لباس میں نبی ﷺ کا موئے مبارک سیئے رکھا اس بات کی تصریح امام حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں کی ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے خود بیان فرمایا کہ میں نے اپنے ابواب لکھنے کے بعد ان کو حتمی شکل دینے کی باری آئی تو قبر نبی ﷺ کے پاس بیٹھ کر حتمی شکل دی یہ نہیں فرمایا کہ مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ کر لکھا پس قبر نبی ﷺ کی زیارت کو ناپسندیدہ یا مکروہ یا ناجائز جانے والوں کا کم از کم صحیح بخاری سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ نے اخذ حدیث کیلئے دنیا بھر کے سفر کیے اور سب سے زیادہ امام نے جن ملکوں کا سفر کیا ان میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام، بخارہ، مرو، بلخ، ہرات، نیشاپور، رے، بغداد، واسط، کوفہ، مصر، جزیرہ شامل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول شارحین بخاری امام عسقلانی رحمہ اللہ اور امام قسطلانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ میں کوفہ و بغداد میں اتنی مرتبہ گیا ہوں کہ وہ عدد شمار ہی نہیں کر سکتا۔ کوفہ اور بغداد امام اعظم کا شہر ہے۔ مکہ اور مدینہ سے بھی زیادہ امام بخاری رحمہ اللہ کوفہ و بغداد گئے۔ ان میں سے ایک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا وطن ہے اور دوسرا مسکن ہے۔ اور ان دو شہروں میں جانے کی وجہ یہ بنی کہ حدیث کا سب سے زیادہ ذخیرہ ان دو شہروں میں تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور تقریباً پندرہ سو صحابہ کوفہ میں مقیم ہو گئے۔ ائمہ حدیث فرماتے ہیں کہ میں کوفہ گیا تو دیکھا کہ چار ہزار تابعین علم حدیث کو بیان کرنے میں مصروف تھے اور یہ بات کتنی تعجب پر مبنی ہوگی کہ امام بخاری رحمہ اللہ بخارا سے کوفہ میں آکر علم حدیث لیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جن کی ساری زندگی کوفہ اور بغداد علم کے منبع میں گزری انکے بارے میں یہ تصور ہو کہ ان کے پاس علم حدیث کا ذخیرہ کم تھا۔ یہ بات عقل، قیاس اور کسی بھی اعتبار سے دانش کے پیمانے پر درست ثابت نہیں ہوتی۔

(طارق محمود کوٹہ)

جواب بعون الوهاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از عبد المنان نور پوری بطرف جناب محترم طارق محمود صاحب حفظہما اللہ الذی قال وشاہدو مشہود

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! خیریت موجود عافیت مطلوب آپ کے سوالوں کے جواب ترتیب وار مندرجہ ذیل ہیں بتوفیق اللہ تبارک وتعالیٰ وعونه۔

(۱) مقدمہ فتح الباری فصل اول میں عنوان قائم کیا گیا ہے ((فِي بَيَانِ السَّبَبِ الْبَاعِثِ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْبُخَارِيِّ عَلَى تَصْنِيفِ جَامِعِهِ الصَّحِيحِ وَبَيَانِ حُسْنِ نِيَّتِهِ فِي ذَلِكَ)) ”امام بخاری رحمہ اللہ کو جامع الصحیح کی تصنیف پر ابھارنے والے اسباب اور ان کی حسن نیت کا بیان“

اس کے بعد بیان سبب میں تین چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) ((فَلَمَّا رَأَى الْبُخَارِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هَذِهِ التَّصَانِيفَ وَرَوَاهَا وَاتَّشَقَّ رِيَاهَا وَاسْتَحْلَى مَحْيَاهَا... إِلَى قَوْلِهِ فَحَرَّكَ هِمَّتَهُ لِيَجْمَعَ الْحَدِيثَ الصَّحِيحَ الَّذِي لَا يَرْتَابُ فِيهِ أَمِينٌ))

”جب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ تصانیف دیکھیں اور ان کو روایت کیا اور انکی اچھی مہک سونگھی اور ان کے چہرے میں جلا سمجھی تو ان کو وضعی اعتبار سے ایسی کتب پایا جو جمع کرنے والی تھیں ان (احادیث) کو جو تصحیح و تحسین اور بہت سی تضعیف کے تحت داخل تھیں کہ ان کے اس سطحی کام کو عمدہ قرار نہیں دیا جاسکتا تھا چنانچہ ایسی صحیح حدیث جمع کرنے کے عزم کو متحرک کر دیا جس میں کوئی امین شک نہ کرے۔“

(۲) ((وَقَوَّى عَزْمَهُ عَلَى ذَلِكَ مَا سَمِعَهُ مِنْ أَسْتَاذِهِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحَدِيثِ وَافِقِهِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيِّ الْمَعْرُوفِ بِابْنِ رَاهَوِيَّةَ))

”اور ان کے عزم کو ان کے استاذ امیر المومنین فی الحدیث والفقہ اسحاق بن ابراہیم حنظلی (جو ابن راہویہ کے نام سے معروف ہیں) کے اس قول نے تقویت دی“

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے سے لے کر بخاری تک سند ذکر کی ہے اور لکھا:

((قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ كُنَّا عِنْدَ اسْحَقَ بْنِ رَاهَوِيَةَ فَقَالَ لَوْ جَمَعْتُمْ كِتَابًا مُخْتَصِرَ الصَّحِيحِ سُنَّةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فَوَقَعَ ذَالِكَ فِي قَلْبِي فَأَخَذْتُ فِي جَمْعِ الْجَامِعِ الصَّحِيحِ))

”امام بخاری فرماتے ہیں ہم اسحاق بن راہویہ کے پاس تھے تو فرمایا کاش تم کوئی ایسی مختصر کتاب جمع کرو جس میں صحیح سنت رسول ﷺ ہو امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی اور میں نے جامع الصحیح کی تصنیف شروع کر دی۔“

((وَرَوَيْنَا بِإِسْنَادٍ ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ فَارَسٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبُخَارِيَّ يَقُولُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَنِي وَأَقِفَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَبِيَدِي مِرْوَحَةٌ أَذُبُ بِهَا عَنْهُ فَسَأَلْتُ بَعْضَ الْمُعْبَرِينَ فَقَالَ لِي أَنْتَ تَذُبُ عَنْهُ الْكَذِبَ فَهُوَ الَّذِي حَمَلَنِي عَلَى إِخْرَاجِ الْجَامِعِ الصَّحِيحِ))

”ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں ہمیں محمد بن سلیمان سے بسند صحیح خبر معلوم ہوئی ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو (خواب میں) دیکھا کہ میں آپ کے آگے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے جس کے ذریعے میں نبی ﷺ سے کھیاں دور کر رہا ہوں چنانچہ میں نے بعض تعبیر بتانے والوں سے پوچھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ آپ نبی ﷺ سے جھوٹ ہٹاؤ گے تو اس واقعہ نے مجھے جامع صحیح کی تالیف پر آمادہ کیا“

اہل حدیث صالحین کے خواب کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی صالحین کے خواب کا مذاق اڑاتے ہیں بلکہ صالحین کے خواب کے متعلق وہی کچھ سمجھتے اور کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحیح بخاری میں ہے۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءً مِّنَ النَّبُوءَةِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَمْ يَبْقَ مِنَ النَّبُوءَةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ))

”انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیک آدمی کا خواب نبوت کے اجزا میں سے چھالیسواں حصہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے مبشرات کے علاوہ نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا صحابہ نے عرض کی مبشرات کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اچھے خواب“

تو اہل حدیث کے متعلق کہ وہ صالحین کے خوابوں کا انکار کرتے ہیں یا مذاق اڑاتے ہیں اہل حدیث پر ایک بہتان ہے۔

آپ کی ارسال کردہ تحریر میں لکھا ہے ”امام بخاری رحمہ اللہ کو حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی جس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث نبوی ﷺ میں سے صحیح اور سقیم احادیث کو جدا کرنا شروع کیا“

امام بخاری رحمہ اللہ الباری کے الفاظ پہلے نقل کیے جا چکے ہیں۔

((رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَأَنِّي وَاقِفٌ بَيْنَ يَدَيْهِ وَيَدِي مِرْوَحَةٌ أَذُبُ بِهَا عَنْهُ.. الخ))
انہیں ملاحظہ فرمائیں اور آپ کی نقل کردہ عبارت اور امام بخاری کی عبارت میں فرق واضح ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

جناب لکھتے ہیں ”امام بخاری رحمہ اللہ نے عمر بھر اپنے لباس میں نبی ﷺ کا موئے مبارک سینے رکھا اس بات کی تصریح امام حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں کی ہے“

مقدمہ فتح الباری میں امام بخاری کے متعلق ان کے شاگرد محمد بن ابی حاتم وراق کا ایک قول نقل کیا گیا ہے اس قول میں ((قَالَ: وَكَانَ يُصَلِّيُ وَقْتُ سَحْرِ ثَلَاثَ عَشَرَ رُكْعَةً

وَيُؤْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ قَالَتْ وَكَانَ مَعَهُ نَسِيءٌ مِّنْ شَعْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلَهُ فِي مَلْبُوسِهِ))
 ”وراق کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ سحری کے وقت تیرہ رکعت نماز پڑھتے ان میں سے ایک رکعت وتر کی ہوتی وراق کہتے ہیں بخاری کے پاس نبی ﷺ کے کچھ بال تھے جو انہوں نے اپنے لباس میں رکھے تھے۔“

محمد بن ابی حاتم وراق کے الفاظ اور آپ کے نقل کردہ الفاظ میں واضح فرق ہے پھر ”امام حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری۔ الخ۔“

یہ امام حجر نہیں بلکہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ہیں جناب لکھتے ہیں ”امام بخاری رحمہ اللہ نے خود بیان فرمایا کہ میں نے اپنے ابواب لکھنے کے بعد ان کو حتمی شکل دینے کی باری آئی تو قبر نبی ﷺ کے پاس بیٹھ کر حتمی شکل دی یہ نہیں فرمایا کہ مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ کر لکھا“
 مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے:

((وَقَدْ رَوَى ابْنُ عَدَى عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْمَشَائِخِ أَنَّ الْبُخَارِيَّ حَوْلَ تَرَاجُمِ جَمَاعِهِ بَيْنَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْبَرِهِ وَكَانَ يُصَلِّي لِكُلِّ تَرْجَمَةٍ رُكْعَتَيْنِ))
 ”اور ابن عدی نے کئی مشائخ سے روایت نقل کی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع کے تراجم نبی کریم ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان مرتب کیے ہر ترجمہ قائم کرنے کے لئے دو رکعت نماز ادا کرتے“

آپ کے نقل کردہ الفاظ اور ان الفاظ میں بہت فرق ہے۔

(۲) مقدمہ فتح الباری میں لکھا ہے:

((وَقَالَ سَهْلُ بْنُ سَرِيٍّ قَالَ الْبُخَارِيُّ دَخَلْتُ إِلَى الشَّامِ وَمِصْرَ وَالْجَزِيرَةَ مَرَّتَيْنِ وَإِلَى الْبَصْرَةِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ وَأَقَمْتُ بِالْحِجَازِ سِتَّةَ أَغْوَامٍ، وَلَا أُحْصِي كَمْ دَخَلْتُ إِلَى الْكُوفَةِ وَبَغْدَادَ مَعَ الْمُحَدِّثِينَ))

اور سہل بن سری کہتے ہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا میں شام، مصر، جزیرہ دو مرتبہ اور بصرہ

چار مرتبہ گیا۔ اور حجاز میں میں نے چھ سال قیام کیا اور کوفہ و بغداد محدثین کے ساتھ بے شمار مرتبہ گیا۔“
 امام بخاری رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ ”نبی ﷺ کی حدیث کا سب سے زیادہ ذخیرہ ان دو شہروں میں تھا۔“ پھر اس میں یہ رنگ بھرا گیا ہے کہ ”یہ بات کتنی تعجب پر مبنی ہوگی کہ امام بخاری رحمہ اللہ بخارا سے کوفہ میں آ کر علم حدیث لیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جن کی ساری زندگی کوفہ و بغداد علم کے منبع میں گزری ان کے بارے میں یہ تصور ہو کہ ان کے پاس علم حدیث کا ذخیرہ کم تھا یہ بات عقل و قیاس اور کسی بھی اعتبار سے دانش کے پیمانے پر درست ثابت نہیں ہوتی۔“ اس کی تحقیق کیلئے آپ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی کتاب موطا امام محمد لے لیں اس میں امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث ذکر کر کے کہا ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ کی بھی۔ پڑھتے جائیں اور دونوں کی احادیث پر نمبر لگاتے جائیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث امام مالک رحمہ اللہ کی احادیث کی بہ نسبت آپ کو کم ملیں گی۔

ان سے پوچھیں ادھر عقل و قیاس اور دانش کا پیمانہ کیا کہتا ہے؟ پھر امام بخاری رحمہ اللہ جو کئی مرتبہ بلکہ بے شمار مرتبہ کوفہ و بغداد تشریف لے گئے مگر صحیح بخاری میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک حدیث بھی ذکر نہیں فرمائی جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کی احادیث صحیح بخاری میں بہت زیادہ ہیں۔ ان سے پوچھیں عقل و قیاس اور دانش کا پیمانہ ادھر کیا فیصلہ کرتا ہے؟

پھر کسی شہر کے منبع علم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا ہر باسی علم و حدیث کا ذخیرہ بہت زیادہ رکھنے والا ہو۔ مثال کے طور پر لاہور کو ہی لے لیں علم کا منبع ہے مگر لاہور کے ہر باسی کے پاس علم و حدیث کا ذخیرہ اتنا ہے جتنا قادری صاحب کے پاس ہے۔؟ حجتہ اللہ البالغہ سے ((بَابُ الْفَرْقِ بَيْنَ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَ أَصْحَابِ الرَّأْيِ)) کا مطالعہ فرمائیں اس سلسلہ میں کافی رہنمائی حاصل ہوگی۔ اِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالٰی (جاری ہے)

دعائے صحت: تمام قارئین سے گزارش ہے کہ جامعہ کے مہتمم چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ اور صدر مسجد مکرم بابو فیاض الرحمن صاحب طویل عرصہ سے بیمار ہیں ان کی صحت یابی کی دعا فرمائیں۔ شکریہ (ادارہ)



سیرت النبی

عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

رحمت اللہ شاکر (مدرس جامعہ ہذا)

اسلامی سال کی ابتداء ہوتے ہی صف ماتم بچھ جاتی ہے شادیوں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے ہوٹلوں دکانوں اور گاڑیوں میں کر بلاء کے تذکرے شیعہ ذاکروں کی تقریروں کی شکل میں شروع ہو جاتے ہیں دوسری طرف ربیع الاول کی ابتداء ہوتے ہی محفل میلاد اور جشن میلاد کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں بازاروں اور گلیوں کو خوب سجایا جاتا ہے بہترین قسم کے دروازے مزین کیے جاتے ہیں جن میں ایک طرف خانہ کعبہ اور دوسری طرف روضہ رسول ﷺ کی تصویر بنائی جاتی ہے اور بارہ ربیع الاول کو ٹرائیوں، گاڑیوں، ٹرکوں اور اونٹوں کو سجا کر لاؤڈ سپیکر لگا کر بچوں کی کثیر تعداد کو بٹھا کر جلوس نکالے جاتے ہیں صبح کو یہ نکلنے والے تھک ہار کر شام کو واپس آ جاتے ہیں ان کی حالت زار کو دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے مالک کائنات کی طرف سے خوشی اور غمی کا کوئی ضابطہ نہیں ہے؟ کیا جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ((الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ)) المائدة (۳-۵) کہہ کر مکمل فرمایا اس میں کسی قسم کی راہنمائی موجود نہیں؟ کیا وہ پیغمبر ﷺ جن پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اس بارہ میں آپ کی کوئی عملی تصویر نہیں؟ تو قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اظہار عقیدت اور محبت کا جو انداز ہے۔

((لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)) الأحزاب (۲۱-۳۳)

کے معیار کو نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوشیاں بھی نصیب فرمائی ہیں اور آپ کو پریشانیاں اور مصیبتیں بھی آئی ہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے سامنے کوئی نمونہ نہیں ہے

طائف کا سفر سخت ترین ہے آپ ﷺ نے صبر کر کے دکھایا آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے صبر کا مظاہرہ کیا۔

(بخاری: الحنائز باب قول النبی ﷺ انا بک لمحزونون (۱۳۰۳))

فتح مکہ جیسی خوشی بھی آپ کو نصیب فرمائی تو آپ اللہ کا شکر بجالائے اللہ کی تعریفیں کیں۔ بلکہ مومن کی شان ہی یہ بیان فرمائی کہ مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے اس کیلئے ہر اعتبار سے خیر ہے اور مومن کے علاوہ یہ کسی کو حاصل نہیں اگر مصیبت آئے تو صبر کرتا ہے اگر خوشی نصیب ہو تو شکر کرتا ہے۔

(مسلم: الزهد والرفاق، باب المومن امرہ کلہ خیر (۲۹۹۹))

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”کیا انسان یہ چاہتا ہے کہ اسے بالکل کھلا چھوڑ دیا جائے“

(القیامۃ ۷۵-۳۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ یہ تو پابند ہے۔

محترم قارئین! آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں عید کا کیا تصور ہے؟ جس سے جشن عید میلاد النبی ﷺ کی حیثیت اور حقیقت واضح ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
”اگر تمہارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔“

(النساء ۵۹-۴)

اسلام میں عید کا تصور

جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگوں کے لئے خوشی کے دن مقرر ہیں جن میں وہ کھیل کود کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے عوض خوشی کے دو دن عطا فرمائے ہیں۔ ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ۔

(نسائی، صلاة العیدین، باب (۱۵۵۷))

پھر عملاً آپ ﷺ نے اس کا نمونہ پیش فرمایا عید کے دن غسل کرنا اچھا لباس پہننا، خوشبو لگانا، عید گاہ کی طرف نماز عید کیلئے جانا وغیرہ تفصیلات بیان فرمائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جیسے دیکھا ویسے کیا آپ ﷺ کی زندگی میں اور آپ ﷺ کی زندگی کے بعد بھی، جمعہ کے

دن کو بھی عید کہا گیا ہے خاص عبادت کا دن ہونے کی وجہ سے لیکن اس کی حیثیت عیدین والی نہیں ہے اور نہ ہی ان جیسا اہتمام کھانے پینے اور لباس پہننے میں کر کے دکھایا ہے یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام محدثین نے کتب احادیث میں ”کتب العیدین“ کے نام سے عنوان ذکر کیا ہے اور کتاب الجمعہ کا الگ ذکر کیا ہے۔ لہذا تیسری عید کا تذکرہ کتب احادیث میں موجود نہیں۔ انسانیت کی فلاح کا دار و مدار اتباع سنت پر ہے قرآن مجید اسی کی طرف ہماری رہنمائی اس طرح فرماتا ہے۔

”اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے عملوں کو باطل کرنے کرو۔“

(محمد ۴۷-۳۳)

یعنی جو عمل اتباع رسول ﷺ کے موافق نہیں ہوگا وہ باطل ہے اور پھر نبی ﷺ کی مخالفت سے بھی منع کیا گیا ہے۔

”فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ“

”جو رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے

میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نازل ہو۔“ (النور ۲۴-۶۳)

نیز فرمایا: ((وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا)) (النساء ۵۹-۱۱۵)

”جو رسول ﷺ کی مخالفت کرے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرے تو وہ جس طرف جائے ہم اسے ڈھیل دیتے ہیں اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور یہ برا ٹھکانہ ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا ہے: ((وَمَا تَأْتِيكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا))

”جس چیز کا رسول ﷺ تمہیں حکم دیں وہ لے لو جس سے منع کریں رک جاؤ“ (الحشر ۵۹-۷۰)

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرٌ فَهُوَ رَدٌّ))

”جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم کے موافق نہیں وہ مردود ہے“

مسلم، الاقصیہ، باب نقض الاحکام الباطلہ ورد محدثات الامور (۱۷۱۸)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اتباع سنت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے کرتے ہوئے دیکھا ویسے ہی کیا اور اس آیت ((لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)) کو عملی جامہ پہنایا۔ امیہ بن عبد اللہ بن خالد سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی کہ قرآن مجید میں حضر اور خوف کی نماز کا تذکرہ موجود ہے سفر کی نماز کا ذکر نہیں، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث فرمایا (آپ کے آنے سے پہلے) ہم کچھ جانتے نہیں تھے، ہم تو ویسے ہی کریں گے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھیں گے۔

نسائی، الصلوۃ، باب تقصیر الصلاة فی السفر (۱۴۳۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز (قصر) ادا کی تو سائل نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے: ”میں ویسے ہی کروں گا جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔“

نسائی، الصلوۃ، باب تقصیر الصلاة فی السفر (۱۴۳۸)

حجر اسود کو بھی مخاطب کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے چوما ہے عمر اسی لیے تجھے چومتا ہے۔

بخاری، الحج، باب ما ذکر فی حجر الاسود (۱۵۹۷)

حالت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ آپ کے جوتے کو گندگی لگی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتا اتار دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو جواب ملا ہم نے آپ کو دیکھ کر اتار دیئے۔

ابوداؤد، الصلوۃ، باب الصلاة فی النعل (۶۴۸)

محترم قارئین! صحابہ کی اتباع کے چند نمونے پیش کیے ہیں تاکہ صحابہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اندازہ ہو سکے۔

عید میلاد کی شرعی حیثیت

نبی اکرم ﷺ عام طبعی اور فطری طریقہ ہی سے تشریف لائے نبوت کا اعلان اپنے وقت پر ہی فرمایا اور دعوت و ارشاد میں اس قدر مصروف ہوئے کہ جشن میلاد کی طرف کوئی التفات نہیں فرمایا حتیٰ کہ تاریخ ولادت میں مختلف اقوال ہیں ۸ ربیع الاول، ۹ ربیع الاول اور ۱۲ ربیع الاول جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اگر جشن عید میلاد النبی ﷺ دین کا حصہ، جز یا عبادت کا دن ہوتا تو اس تاریخ میں اختلاف بالکل نہ ہوتا اور آپ ﷺ اس کی وضاحت فرماتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو طریقہ بتاتے جیسا کہ عیدین کا معاملہ بالتفصیل اور بالتعین کتب احادیث میں موجود ہے۔

جشن عید میلاد کا آغاز

مروجہ عید میلاد کا آغاز چھٹی صدی ہجری میں ہوا اس کی ابتداء ابوسعید کو کوری بن ابوالحسن علی ترکمانی جس کا لقب ملک معظم مظفر الدین ہے جس کو سلطان صلاح الدین نے بابل کا گورنر مقرر کیا نے کی۔

(تاریخ ابن خلکان)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میلاد النبی ﷺ کو جشن و خوشی کے طور پر منانے کا رواج سلف صالحین میں مقتضاء حال اور عدم مانع کے باوجود نہیں رہا، اگر یہ خیر محض ہوتا یا رائج مسئلہ ہی ہوتا تو وہ سب سے پہلے اس دعوت پر لبیک کہتے کیونکہ وہ محبت رسول ﷺ میں ہم سے کہیں زیادہ پیش پیش اور آپ ﷺ کی تعظیم و احترام کے ہم سے کہیں زیادہ دلدادہ اور خیر و بھلائی کے کاموں میں ہم سے کہیں زیادہ خواہش مند تھے۔ مزید فرماتے ہیں کہ رہا مسئلہ میلاد النبی ﷺ کی محافل اس کی نشستوں اور کاروائیوں میں شرکت اور رقص و سرور، گانے بجانے کی مجلسوں میں شمولیت اور عبادات کی طرح دلچسپی سے ان کو اختیار کرنے کا تو ان کے منکرات ہونے میں صاحب علم و ایمان کو قطعاً شک و شبہ نہیں ہوگا یہ تو وہ منکرات و بدعات ہیں جن سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اب کوئی جاہل مطلق اور زندیق و فاسق

مجموع فتاویٰ (۳۷۱، ۳۷۰-۱۰)

ہی انہیں خیر کی نگاہ سے دیکھے گا۔

برادران اسلام! یہ ہے جشن عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کہ اس کا شریعت سے دور کا تعلق بھی نہیں، اس کے باوجود لوگ بڑے جوش و خروش سے اسے مناتے ہیں اور قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں اور نہ منانے والوں پر فتوے لگاتے ہیں۔ آئیے ان کے دلائل بھی ذکر کرتے ہیں تاکہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

عید میلاد النبی ﷺ کے جواز کے دلائل اور انکا جائزہ

ہم ان کے بعض اہم دلائل ذکر کریں گے۔

(۱) قرآن مجید کی آیات سے استدلال

”اے پیغمبر ﷺ! فرمادیجیے کہ اللہ کے فضل و رحمت کے حصول پر خوش ہوں“ یونس (۵۸-۱۰)

اس آیت مبارکہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا میلاد سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس سے پہلے والی آیت میں قرآن مجید کے لوگوں کیلئے نصیحت، سینوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کیلئے ذریعہ ہدایت و رحمت ہونے کا تذکرہ ہے۔

(۲) ”اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب انہیں میں سے رسول بھیجا۔“ (الایۃ آل عمران ۳-۱۶۴)

یہ آیت پیش کر کے کہا جاتا ہے جشن میلاد تو ”نعوذ باللہ من ذلک“ اللہ نے بھی منایا ہے تو ہم کیوں نہ منائیں ان لوگوں نے میلاد کو ثابت کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کو بھی معاف نہیں کیا ہے آپ ﷺ کے دنیا میں بھیجنے کے تذکرے کو جشن میلاد کا نام دے دیا۔

(۳) قرآن مجید کی ”اس آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء سے نبی ﷺ کی نبوت کے اقرار کا وعدہ لیا تھا“ آل عمران (۳-۸۱) کو جشن میلاد کی دلیل کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سمیت جشن میلاد منایا ہے، اگر ہم منائیں تو کیا حرج ہے؟..

محترم قارئین! آپ ذرا غور فرمائیں کہ اس آیت میں مروجہ جشن کی کون سی دلیل ہے؟ یہ

دھوکا عوام کو دیا جاتا ہے لوگ سمجھتے ہیں بڑا اچھا کام ہے یہ تو ضرور کرنا چاہیے۔

(۴) ”نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والوں نے آپ کا باہر نکل کر استقبال کیا،“ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو جشن کی دلیل بنایا جاتا ہے حالانکہ اس کا مروجہ عید میلاد سے کوئی تعلق نہیں آپ نفس نفیس تشریف لائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے استقبال کیا اس کے بعد دس سالہ مدنی دور میں اسی دن دوبارہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جلوس نکالا ہوا استقبال کیلئے باہر نکلے ہوں کہیں ثابت نہیں ہے۔

(۵) نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کی مجلس میں اپنی پیدائش کا تذکرہ اتفاقاً کسی کے سوال پر فرمادیا اس کو ان لوگوں نے مروجہ میلاد کی دلیل بنالیا حالانکہ یہ تذکرہ بغیر کسی دن اور مہینے کی تعیین کے اور موجودہ اہتمام کے ہوا ہے ان یاروں نے اسے بھی جشن میلاد کا نام دے دیا لہذا کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ خود میلاد منائی۔ مذکورہ بالا دلائل سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) ان آیات سے جشن میلاد جو چھٹی صدی یا اس کے بعد کے مسلمانوں کو سمجھ آیا وہ نہ تو نبی اکرم ﷺ نبوت سے پہلے اور نہ نبوت کے بعد عرصہ تیس سال میں سمجھ سکے۔ نعوذ باللہ

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہ نبی اکرم ﷺ نے سمجھایا اور نہ وہ خود سمجھ سکے۔؟

(۳) یا سمجھ تو گئے مگر اس پر عمل نہ کیا۔؟

(۴) موجودہ مسلمان فہم دین اور عمل میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے سبقت لے گئے؟

(۵) صحابہ رضی اللہ عنہم کا فہم قابل اعتبار نہیں جبکہ موجودہ مسلمان کا فہم معتبر ہے؟

یہی وجہ ہے کہ علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے الاعتصام میں فرمایا ہے کہ: ”نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے دن کو عید منانا بدعت ہے۔“

برادران اسلام! اگر آپ ﷺ کے آنے کی خوشی منانا ہی راہ نجات اور ذریعہ نجات ہوتا تو قرآن مجید کا اعلان ہر مسلمان کے کانوں میں قیامت تک کیلئے گونجتا ہوا نظر آتا ابولہب

جس نے آپ ﷺ کی صرف ولادت کی خوشی میں لوٹڈی آزاد کی لیکن آپ ﷺ کے آنے کے مقصد کے انکار پر پھٹکار کا حق دار ٹھہرا قرآن کہتا ہے: ”ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں وہ ہلاک ہو جائے اس کو اس کے مال اور اعمال نے کوئی فائدہ نہ دیا عنقریب وہ بڑھکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا اور اسکی بیوی بھی ابندھن اٹھائے ہوئے داخل جہنم ہوگی اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی“

(لہب ۱۱۱-۱ تا ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مقصد تو آپ ﷺ کی اتباع و پیروی ہے یہی وجہ ہے کہ ابوطالب نے اظہار محبت میں کسی قسم کی کمی نہیں کی لیکن اصل بات قبول نہ کرنے کی وجہ سے نجات سے ہمکنار نہ ہو سکا اظہار محبت اتباع کے بغیر قابل قبول نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صحیح حقیقی محبت کی اللہ کو پسند آئی اللہ نے دنیا میں ہی کامیابی کے تمنغے عنایت فرمادیے اور فرمایا: ”اللہ نے سب سے اچھائی (جنت) کا وعدہ کیا ہے“

(الحدید ۵۷-۱۰)

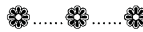
ہماری نجات بھی حقیقی اتباع میں ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حقیقی محبت و اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور بدعات سے بچائے۔ آمین!

پانچ چیزیں عبد القدیر (درجہ اولی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں فطرت میں شامل ہیں:

- ✽ الْخِتَانُ ختنہ کرانا
- ✽ وَالْإِسْتِحْدَادُ زیر ناف بال موٹنا
- ✽ وَقَصُّ الشَّارِبِ مونچھیں کاٹنا
- ✽ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ ناخن کاٹنا
- ✽ وَتَنْفُ الثَّابِطِ اور بغلوں کے بال اکھیڑنا

(بخاری، اللباس، باب تقليم الاظفار ۵۸۹۱ و مسلم ۲۵۷)





قرآن کریم کو تجوید و قرأت کے مسلمہ اصول و قوانین کے مطابق درست اور صحیح پڑھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اس مقام پر ہم تجوید و قرأت کی فضیلت و اہمیت کے حوالہ سے چند معروضات پیش کریں گے۔

تجوید و قرأت قرآن کریم کی روشنی میں
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(۱) ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾

سورة المزمل (۷۳- ۴)

”اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو“

(۲) ﴿وَرَتِّلْهُ تَرْتِيلاً﴾

سورة الفرقان (۲۵- ۳۲)

”اور ہم نے اس قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر ہی نازل کیا ہے“

(۳) ﴿وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا﴾

”اور قرآن کریم کو ہم نے صاف صاف واضح انداز میں ترتیل کے ساتھ اتارا ہے تاکہ آپ

اسے لوگوں کے سامنے ترتیل کے ساتھ پڑھ کر سنائیں“ سورة بنی اسرائیل (۱۷- ۶۰)

یہ آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر اور صاف، واضح کر کے پڑھا جائے۔

(۴) ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾

”وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں جس طرح

تلاوت کرنے کا حق ہے اور ایمان لانے کا حق بھی یہی لوگ ادا کرتے ہیں“

تیز تیز قرآن پڑھنے کی ممانعت

تیز پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ بعض اوقات تیز پڑھنے سے حروف رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بھی تیز پڑھنے سے منع فرمایا تھا۔

﴿لَا تَحْرُكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتُجْزَلَ بِهِ﴾

”(اے محمد ﷺ) آپ قرآن کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان کو تیز تیز حرکت نہ دیا کریں“
(یعنی بہت زیادہ تیز نہ پڑھا کریں)

سورة القيامة (۷۵-۶۱)

تجوید و قرأت حدیث کی روشنی میں

علم تجوید و قرأت کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں ان میں سے چند ایک نقل کی جاتی ہیں

① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ذَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ))

”قرآن کو اچھی آواز کے ساتھ زینت دو“

ابو داؤد، الوتر، باب کیف يستحب الترتیل فی القراءة (۱۴۶۸)

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَمْ يَأْذِنِ اللَّهُ لِنَبِيِّ مَا أَذِنَ لِنَبِيِّ أَنْ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ))

”اللہ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اس نے نبی کریم ﷺ کا بہترین آواز کے ساتھ قرآن (پڑھنا) سنا ہے“
بخاری، فضائل القرآن، باب من لم يتغن بالقرآن (۵۰۲۳)

③ حضرت یعلیٰ بن مملک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ”اس نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی

کریم ﷺ کی تلاوت کے بارے دریافت کیا، انہوں نے فرمایا:

((فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُمَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا))

”آپ ﷺ کی تلاوت واضح ہوتی تھی، ایک ایک حرف الگ الگ کر کے تلاوت فرماتے تھے“

ابو داؤد، الصلاة، الوتر، باب کیف يستحب الترتیل فی القراءة (۱۴۶۶) والحاکم (۳۱۰۰۱)

④ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کہ قرآن کے حافظ اور ماہر سے کہا جائے گا کہ اب تو پڑھ اور جنت کے منازل طے کرتا جا، اور اس طرح ترتیل کے ساتھ پڑھ جس طرح کہ تو دنیا میں اطمینان اور سکون سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ تو اب تیرا اس جگہ مقام ہے کہ جہاں پہنچ کر تو آخری آیت پڑھے گا“

ابو داؤد، الصلاة، باب استحباب الترتیل فی القراءة (۱۴۶۴) والترمذی (۱۷۹۰) وصحیح ترغیب (۱۳۲۶)

اس حدیث مبارکہ میں بھی دنیا و آخرت میں ترتیل کے ساتھ پڑھنے کے بارے میں بتلایا گیا ہے جس سے تجوید و قرأت کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔

تجوید و قرأت کی اہمیت آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟۔ فرمایا: ”ہاں تمہارا نام لیا ہے“ حضرت ابی رضی اللہ عنہ سن کر (خوشی سے) آبدیدہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی تعلیم کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے تجوید و قرأت متواترہ اسی طریقہ سے حفظ و ضبط کے ساتھ پڑھیں جس طرح آپ ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام سے پڑھی تھیں۔ استفادہ میں پوری سعی سے کام لیا حتیٰ کہ اعلیٰ درجہ کے حافظ اور تمام قراءات کے ماہر قاری ہو گئے۔ اس غایت عظمیٰ کو پالنے کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ نے ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا :

((أَفَرَأَ هُمْ أَبِیُّ)) ”ابی تم میں سے سب سے بڑے قاری ہیں“ ان سے پڑھا کرو۔

ترمذی، المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل (۳۷۹۰)

(۲) آپ ﷺ کے عہد مبارکہ میں تجوید و قرأت کے ساتھ قرآن پڑھنے کا اس قدر اہتمام تھا کہ

آپ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا: ((خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ))

”قرآن ان چار ائمہ سے پڑھو (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)“

بخاری، فضائل القرآن، باب القرآن من اصحاب النبی ﷺ

ان کے علاوہ دور رسالت کے چند ایک مشہور و معروف حفاظ اور قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام مندرجہ ذیل ہیں

- ① حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ② حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ③ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ④ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ⑤ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ⑥ حضرت علی رضی اللہ عنہ ⑦ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ⑧ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ⑨ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ⑩ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ⑪ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ⑫ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ⑬ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ⑭ حضرت مجع بن حارثہ رضی اللہ عنہ ⑮ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ⑯ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی جستجو، محنت اور قرآن صحیح پڑھنے کا شوق نصیب فرمائے۔ آمین۔

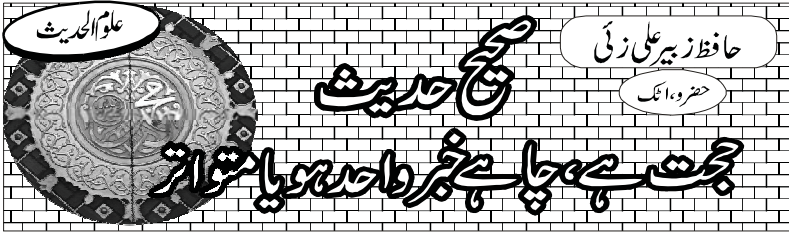
ساجد محمدی (درجہ سابع)

جنت کا باغیچہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہارا گزر بہشت کے باغوں سے ہو تو وہاں سے میوے چن لیا کرو۔ دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ بہشت کے باغ اور میوے کیا ہیں...؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مسجدیں بہشت کے باغ ہیں اور اس کے میوے یہ ہیں۔

((سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ))

ترمذی، الدعوات، باب حدیث فی اسماء اللہ... (۳۵۰۹)



ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ يَطْعِ الرُّسُولَ فَقَدْ اطَّاعَ اللَّهَ﴾

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی“ سورة النساء (۴-۸۰)

اس آیت کریمہ و دیگر آیات سے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ثابت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ قباء (مدینہ) میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آنکر کہا: رسول اللہ ﷺ پر آج کی رات قرآن نازل ہوا ہے اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آ گیا ہے۔ پس سارے نمازی جو شام کی طرف رخ کئے نماز پڑھ رہے تھے، نماز ہی میں کعبہ کی طرف مڑ گئے۔

موطا امام مالک رواية ابن القاسم بتحقيق (۲۷۷) وسنده صحيح، رواية يحيى بن

يحيى (۱۹۵۰-۱) (۴۶۰) صحيح البخارى (۴۰۳) وصحيح مسلم (۵۲۶)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیدے میں بھی صحیح خبر واحد کو حجت سمجھتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے بادشاہ ہرقل کی طرف دعوت اسلام کے لیے جو خط بھیجا تھا

اسے وجیہ الکفی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا تھا (دیکھئے صحيح البخارى: ۷)

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح خبر واحد ظنی نہیں ہوتی بلکہ یقینی، قطعی اور حجت ہوتی ہے۔

حافظ ابن الصلاح الشہر زوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

”صحیحین میں جتنی احادیث (حدثا کے ساتھ بیان کردہ) ہیں وہ قطعی طور پر صحیح ہیں کیونکہ اُمت

(اجماع کی صورت میں) معصوم عن الخطا ہے لہذا جسے اُمت نے صحیح سمجھا اس پر عمل (اور ایمان)

واجب ہے اور یہ ضروری ہے کہ یہ روایات حقیقت میں بھی صحیح ہی ہیں۔“

اس پر محی الدین نووی رحمہ اللہ کا اختلاف ذکر کرنے کے باوجود حافظ ابن کثیر الدمشقی لکھتے ہیں۔

”اور یہ استنباط اچھا ہے..... میں اس مسئلے میں ابن صلاح کے ساتھ ہوں، انہوں نے جو کہا اور رہنمائی کی ہے (وہی صحیح ہے) واللہ اعلم“

اختصار علوم الحديث مع تحقیق الشیخ الالبانی (۱۲۵، ۱۲۶)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے ہمارے استاذ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کلام ملا جس کا مضمون یہ ہے

”جس حدیث کو (ساری) امت کی (بالاجماع) تلقی بالقبول حاصل ہے، اس کا قطعی الصحت ہونا ائمہ کرام کی جماعتوں سے منقول ہے۔ ان میں قاضی عبدالوہاب المالکی، شیخ ابو حامد الاسفرائینی، قاضی ابوالطیب الطبری اور شافعیوں میں سے شیخ ابواسحاق الشیرازی، حنابلہ میں سے (ابوعبداللہ الحسن) ابن حامد (البغدادی الوراق)، ابویعلیٰ ابن الفراء، ابوالخطاب، ابن الزاغونی اور ان جیسے دوسرے علماء، حنفیہ میں سے شمس الائمہ السرخسی سے یہی بات منقول ہے۔ (یہ تلقی بالقبول والی احادیث قطعی الصحت ہیں)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اشاعرہ (اشعری فرقے) کے جمہور متکلمین مثلاً ابواسحاق الاسفرائینی اور ابن فورک کا یہی قول ہے.... اور یہی تمام اہلحدیث (محدثین کرام اور ان کی عوام) اور عام سلف صالحین کا مذہب (دین) ہے۔ یہ بات ابن الصلاح نے بطور استنباط کہی تھی جس میں انہوں نے ان اماموں کی موافقت کی ہے“

اختصار علوم الحديث (۱۲۷-۱۲۸)

جو حدیث نبی ﷺ سے ثابت ہو جائے، اس کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ مناقب الشافعی للبيهقي (۴۸۳-۱) و سندہ صحیح

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ((مَتَى رَوَيْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا صَحِيحًا فَلَمْ آخُذْ بِهِ فَأَشْهَدُ كُمْ أَنَّ عَقْلِي قَدْ ذَهَبَ))

مناقب الشافعی (۴۷۴-۱) و سندہ صحیح

”جب میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث بیان کی جائے اور میں اسے (بطور عقیدہ

یا بطور عمل) نہ لوں تو گواہ رہو کہ میری عقل زائل ہو چکی ہے۔“

معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک، صحیح حدیث پر عمل نہ کرنے والا پاگل ہے۔ امام شافعی خبر واحد (صحیح) کو قبول کرنا فرض سمجھتے تھے۔ دیکھئے الاجماع العلم للشافعی (۸ فقرہ: ۱)

امام شافعی نے امام احمد بن حنبل سے فرمایا: تم ہم سے زیادہ صحیح حدیثوں کو جانتے ہو، پس اگر خبر (حدیث) صحیح ہو تو مجھے بتا دینا تاکہ میں اس پر عمل کروں چاہے (خبر) کوئی، بصری، یا شامی ہو۔

حلیۃ الاولیاء (۱۷۰-۹)، وسندہ صحیح، الحدیث: (۲۵-۳۲)

معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہو یا سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے۔ اسے ظنی، خبر واحد، مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلاف قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر دینا باطل، مردود اور گمراہی ہے۔ امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

”جس نے رسول اللہ ﷺ کی (صحیح) حدیث رد کی تو وہ شخص ہلاکت کے کنارے پر (گمراہ) ہے۔“

مناقب احمد (ص ۱۸۲) وسندہ حسن

امام مالک رحمہ اللہ کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا: ”یہ حدیث حسن ہے، میں نے یہ حدیث اس سے پہلے کبھی نہیں سنی“ اس کے بعد امام مالک رحمہ اللہ اسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ مقدمۃ الجرح والتعديل لابن ابی حاتم (۱-۳۱، ۳۲) وسندہ حسن

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں حنفی علماء یہ کہتے ہیں کہ صحیح حدیث ان کا مذہب تھا۔ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔ ((أَمَّا بِالْخَبَرِ الْوَاحِدِ فَقَالَ بِجَوَازِهِ الْأَيْمَةُ الْأَرْبَعَةُ)) ”قرآن کی خبر واحد (صحیح) کے ساتھ تخصیص ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔“

غیث الغمام (ص ۲۷۷)

معلوم ہوا کہ زمانہ تدوین حدیث کے بعد، اصول حدیث کی رو سے صحیح روایت کو ایمان، عقائد، صفات اور احکام وغیرہ سب مسائل میں قبول کرنا فرض ہے۔



عرب کی بحر ظلمات میں ڈوبی سرزمین پر جب نبوت کا سراج منیر نمودار ہوا اور اس کی کرنیں چارواک عالم میں پھیلنا شروع ہوئیں، ظلمت و جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کا نور ہونے لگے، تہ و جبر میں پسی ہوئی انسانیت سکھ کا سانس لینے لگی، مردہ دلوں میں زندگی کے آثار نمودار ہونے لگے، خزاں رسیدہ عالم بہاروں کے جھونکوں سے لہلہانے لگا ایسے میں کچھ الوصفت بن کر انکار کرتے رہے کچھ نبوت کے بحر بیکراں سے فیض یاب ہونے لگے۔ جبرائیل امین جب وحی لے کر غار حرا میں آئے تو محمد رسول اللہ ﷺ اس انوکھے واقعہ کو دیکھ کر کانپنے لگے گھر لوٹے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے چادر اوڑھا دو جب ذرا خوف و ہراس دور ہوا تو فرمانے لگے مجھے اپنی جان کا ڈر محسوس ہو رہا ہے تو خدیجہ نے تسلی دی اور پھر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں تو صورت حال سن کر بے اختیار کہا۔

”هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى“

”یہ تو وہی ناموس ہے جو اللہ نے وحی دے کر موسیٰ علیہ السلام پر بھیجا تھا“

بخاری: الوحی (۳۳۹۲، ۳)

یہ پہلا موقع تھا جب رسول الثقلین، امام القبلتین کی رسالت کی تصدیق ہوئی جب کہ ابھی خود کو بھی اس عظیم منصب کے عطاء ہونے کا علم نہ تھا۔ بعض نے نبوت کی تصدیق تو کی لیکن نبوت کی نورانی کرنوں سے محروم رہے اور بعض خوش نصیب حلقہ بگوش اسلام ہو کر مقصد بامراد پا گئے جب نبی جہانناں، مہتاباں، خاتم رسولاں نے اسلام کی دعوت پیش کرتے ہوئے شاہ روم ہرقل کے نام مکتوب ارسال کیا، اس نے خط بنظر غائر پڑھا پھر کہا قریش کے قافلے کو بلاؤ اور قافلے سے پوچھا: تم میں سے کون مدعی رسالت کے زیادہ قریب ہے؟

ابوسفیان نے کہا: ”میں“

تو ابوسفیان سے سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا پھر آخر ہر قل کہنے لگا۔۔۔

میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تم نے کہا: ”وہ ہم میں عالی نسب ہیں“

میں نے پوچھا کہ یہ بات تمہارے اندر پہلے کسی نے کہی ہے؟ تم نے کہا۔۔ ”نہیں“

میں نے کہا تم نے کبھی اس پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا؟ تم نے کہا۔۔ ”نہیں“

میں نے پوچھا کہ بڑے لوگ اسکے پیرو ہیں یا کمزور؟ تم نے کہا: ”کمزوروں نے اسکی اتباع کی ہے“ دراصل یہی لوگ پیغمبروں کے تابعین ہوتے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تم نے کہا: ”وہ بڑھ رہے ہیں“۔۔ ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ کامل ہو جاتا ہے۔

میں نے تم سے پوچھا کہ کوئی شخص اس سے ناخوش ہو کر اس کے دین سے مرتد بھی ہوا ہے؟ تم نے کہا۔۔ ”نہیں“ تو ایمان کی یہی خاصیت ہوتی ہے کہ جب اس ایمان کی بشاشت کسی دل میں بس جائے تو پھر وہ انسان جائے تو کہاں؟

میں نے پوچھا کہ وہ کبھی عہد شکنی بھی کرتے ہیں؟ تم نے کہا۔۔ ”نہیں“ پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے وہ عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ بخاری: الوحی (۴۵۵۳، ۲۹۴۱، ۷)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جب نبی ﷺ کی آمد کا سنا آئے اور آ کر کہا میں آپ سے ان تین چیزوں کے بارے میں سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

① قیامت کی اولین نشانی کونسی ہے۔؟

② وہ پہلا کونسا کھانا ہوگا جس سے اہل جنت کی ضیافت ہوگی۔؟

③ بچہ کبھی باپ پر جاتا ہے اور کبھی ماں پر اس کا سبب کیا ہے۔؟

صادق و مصدوق، ناطق وحی کی زبان مبارک حرکت میں آئی۔ فرمانے لگے جبرائیل نے مجھے ابھی ابھی بتلایا ہے۔

- ① قیامت کی پہلی نشانی آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے ہانک کر مغرب کی طرف لے جائے گی۔
 ② وہ پہلا کھانا جس سے اہل جنت کی مہمان نوازی کی جائے گی وہ مچھلی کی کبھی کا بڑھا ہوا ٹکڑا (تلی) ہوگا۔

③ بچہ باپ کی شکل پر اس وقت جاتا ہے جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جاتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو بچے کی صورت ماں پر چلی جاتی ہے۔
 تو عبد اللہ بن سلام کہنے لگے: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔“
 بخاری: المناقب (۳۹۳۸، ۳۹۳۹)

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے رفیق سے کہا کہ چل ہمارے ساتھ اس نبی کی طرف، تو اس نے کہا انکو نبی نہ کہو، اگر وہ سن لیں تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی یعنی بہت خوش ہونگے، وہ دونوں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ”تو“ واضح احکامات کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ”وہ نو حکم یہ ہیں، اللہ کیساتھ کسی کو شریک مت بناؤ، زنا نہ کرو، اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے قتل کرنا حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ، کسی بے گناہ کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کر دے، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، پاکباز عورتوں پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ، لڑائی کے دن میدان جنگ سے نہ بھاگو، اور خاص تمہارے لئے اے یہود! کہ تم ہفتہ کے دن حد سے تجاوز نہ کرو۔
 راوی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوما اور کہنے لگے:

((نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ)) ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔“

تو آپ نے فرمایا: پھر کونسی چیز تمہیں میری اطاعت سے روکتی ہے؟ کہنے لگے داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ نبی ہمیشہ ان کی اولاد میں رہیں، ہم ڈرتے ہیں کہ اگر تمہارے مطیع ہو جائیں تو یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔

صنیہ بنت حنیؓ فرماتی ہیں جب نبی ﷺ تشریف لائے میرا باپ اور میرا چچا ابویاسر بن اخطب دونوں آپ کے پاس گئے، پھر واپس چلے، فرماتی ہیں میں نے اپنے چچا کو سنا کہ وہ میرے باپ سے پوچھ رہا تھا کہ یہ وہی ہیں؟ تو جواب ملا، ہاں اللہ کی قسم! چچا نے پوچھا آپ ان کو ان کی صفات سے اچھی طرح پہچانتے ہیں تو جواب ملا۔ ہاں اللہ کی قسم! تو پھر چچا نے سوال کیا تیرے دل میں اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ تو جواب ملا اللہ کی قسم! عداوت میرے دل میں رہے گی جب تک میں زندہ رہوں گا۔

الخصائص الكبرى، باب اجتماع اليهود بالنبي لما قدم المدينة وسوالهم له ومعرفتهم، (ج ۱، ص ۳۵)
یہود آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ، اخلاق حسنہ اور جملہ کمالات سے آپ کی نبوت کو پہچانتے تھے لیکن حسد و بغض کی بناء پر ایمان لانے کیلئے تیار نہ تھے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

”يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ“

”وہ آپ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔“

آپ کا چچا ابوطالب جس نے ہمیشہ آپ کا دفاع کیا آپ سے تعاون و ہمدردی کا اظہار کیا، دل سے نبوت کی تصدیق بھی کی لیکن زبان سے کلمہ شہادت نہ پڑھا، جب نبی ﷺ نے اپنے چچا کو دعوت دی، لا الہ الا اللہ پڑھنے کو کہا تو ابوطالب نے کہا:

”لَوْلَا اَنْ تُعَيِّرَنِي قَرِيْشٌ يَقُوْلُوْنَ حَمَلَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزْعُ لَا قَرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ“
”بھتیجے! اگر قریش کی طعنہ زنی کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ گھبراہٹ نے ابوطالب کو لا الہ الا اللہ کہنے پر مجبور کر دیا تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تیری آنکھیں ضرور ٹھنڈی کرتا۔“

(مسلم: الايمان، باب الدليل على صحة اسلام من حضره الموت، ۲۴)

کچھ لوگ برادری کے ڈر سے، اپنی ناک رکھنے کیلئے، لوگوں کے طعنوں سے بچنے کیلئے حق بات قبول نہیں کرتے جیسا کہ ابوطالب نے کہا تھا۔

محمد رسول اللہ ﷺ جو خاتم الرسل، خاتم الانبياء، جمیل الشیم ہیں آپ کی نبوت کی تصدیق

میں بہت سے واقعات ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے ایک اور واقعہ سپرد قریاس کر کے صفحہ کو نوک قلم کی خراش سے آزاد کرنا چاہوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک یہودی تھا جو اذان کی آواز بازگشت سنتا تو کہا کرتا۔

((أَحْرَقَ اللَّهُ الْكَاذِبَ)) ”کہ اللہ جھوٹے کو جلا دے“

ایک دن اس کی لونڈی آگ لے کر گھر میں داخل ہوئی اس کی ایک چنگاری سے گھر میں آگ لگ گئی، وہ یہودی اسی آگ میں جھلس گیا۔

الخصائص الكبرى للسيوطي، باب ما وقع في الاذان من الايات (۳۲۳-۱)

مثیل مشہور ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔



ایک بار آپ ﷺ سفر میں قضائے حاجت کے لیے نکلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ پانی لئے ہوئے ساتھ تھے آپ ﷺ نے میدان میں ادھر ادھر دیکھا تو کوئی چیز آڑ کرنے کے لیے نہ ملی۔ میدان کے کنارے صرف دو درخت تھے آپ ﷺ ایک درخت کے پاس گئے اور اس کی شاخ کو پکڑ کر کہا کہ اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر، وہ فرمانبردار اونٹ کی طرح آپ ﷺ کے ساتھ ہولیا پھر دوسرے درخت کے نزدیک تشریف لے گے اور وہ بھی اسی طرح آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا: اللہ کے حکم سے جڑ جاؤ، دونوں باہم مل گئے جب ان کی آڑ میں فراغت کر چکے تو پھر دونوں درخت الگ الگ اپنی جگہ پر آ گئے۔

صحیح مسلم، الزہد، باب حدیث جابر الطویل وقصة ابی الیسر (۷۵۱۸)

ذوالفقار احمد ذکی

کاش بلا پیسیت میری ہوتی

(مدرس جامعہ ہذا)

عبدالعزیز سے عبداللہ تک

مکہ کے ایک بے سہارہ، بے کس اور غریب شخص عبدالعزیز کی داستانِ حیات حقیقت کی اتنی روشن تفسیر ہے کہ فطرت اگر صالحہ ہو تو عنایت ربانی پہلوئے دل کی امین بن کے ہی رہے اور آدمی علوم مرتبت کے اعتبار سے اس مقام رفیع پر قابض ہو جائے جسے قرآن کریم نے ((و نرفع درجات من نشاء)) کے لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

عبدالعزیز کے باپ نے انتقال کیا تو اس کی تربیت اس کے چچا کے سپرد ہوئی، آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا تھا اور اس کی نورانیت سے مکہ کی وادی اب چمکنے لگی تھی اتفاق سے نور اسلام کی چند شعاعیں عبدالعزیز کی طرف لپکیں اور اس کی دنیائے دل کو معمور کر گئیں۔

اب اگرچہ اس کا سینہ تو نور اسلام سے روشن اور دل گرویدہ رسول ﷺ تھا مگر ابھی چچا کے تیور بدلے نہ تھے عبدالعزیز منتظر تھا کہ خود چچا کا دل بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو جائے تو اظہار ایمان کروں مگر بد نصیب چچا اس دولت کو نہ پاس کا اور وہ پتھر کی تصویر ہی بنا رہا۔

آفتاب نور اب مکہ کی بجائے مدینے کی گھاٹیوں سے طلوع ہونے لگا تھا اور عبدالعزیز کی روح اس سیلاب نور میں جذب ہو کر رہنے کے لیے بے تاب تھی اب ایک طرف ایمان کا بحر امواج جو پہلوئے دل کی دیواروں کو توڑ کونکل جانا چاہتا تھا دوسری طرف چچا کے خوف کی دیوار مزاحمت تھی جو اس کی راہ میں حائل تھی مگر عشق بے تاب کا انگارہ مصلحت کے پلو میں کب تک بندھا رہتا.....

ایک دن آتش ایمان کچھ ایسی بڑھی کہ مصلحتوں کا سارا تانا بانا جل بھن کر رہ گیا جوش ایمان سے خوف کی دیوار دھڑم سے گر گئی اور عبدالعزیز باوازا بلند پکارنے لگا..... میں مسلمان ہوں.... میں مسلمان ہوں....

دور ابتلائے عبدالعزیٰ کے اظہار سے اسلام کی خبر چچانے سنی تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی گرجتا اور برستا ہوا آیا اور آتے ہی عبدالعزیٰ کے گلے سے پکڑ کر جھنجھوٹنے لگا اور منہ سے آگ برسانے لگا اب معاملہ ادھر بھی مصلحت کی حدود سے آگے نکل چکا تھا مرد مومن کی قوت ایمانی جوش کھا کر ابھری اور وہ چچا کو کھری کھری سنانے لگا عبدالعزیٰ نے کہا چچا ”میں نے اسلام کو آج قبول نہیں کیا آج تو صرف میں نے اس کا اظہار کیا ہے ورنہ مسلمان تو میں کتنے ہی عرصہ سے ہو چکا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ شاید تم بھی اس چشمہ رحمت سے فیض یاب ہو سکو گے مگر تمہاری بد قسمتی تمہارے دامن گیر رہی اور تم یہ سعادت حاصل نہ کر سکے۔ چچا میرا ضبط اب جواب دے گیا ہے آتش ایمان اب بھڑک اٹھی ہے اب دل بے قابو ہے اس لیے اب میں تمہارے سامنے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر کے اپنے ایمان پر تمہاری گواہی بھی لینا چاہتا ہوں۔ چچا کی آتش غضب بھی اتنے میں جوان ہو چکی تھی وہ دانت پیتا عبدالعزیٰ پر پل پڑا اور اسے اٹھا کر زمیں پر گرایا۔

چچا کی آتش غضب اس پر بھی سرد نہ ہوئی بلکہ اس نے عبدالعزیٰ کو دھڑا دھڑ پیٹنا شروع کر دیا وہ ضرب پر ضرب لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا تمہیں ایمان کا مزہ چکھاؤں؟ عبدالعزیٰ کا ایمان اب بے دردی کی بھی میں آزما یا جانے لگا۔

اپنی تمام تر بے دردیوں، بے رحمیوں اور سفاکیوں کے ساتھ جلوہ گر چچا کے ہاتھ پر جو پڑتا وہ دے مارتا دھول دھپا، اینٹ پتھر، ڈنڈا مکا سارے مرحلے ایک ایک کر کے گزر گئے مارتے مارتے چچا تھک گیا اسکی ہمت جواب دے گئی، سانس پھول گئی، بازو شل ہو گئے مگر عبدالعزیٰ کی زبان پر محمد ﷺ کا ورد جاری رہا۔

تپتی ہوئی زمین پر بے ہوش پڑا تھا جسم ساکت تھا اعضاء بے حرکت تھے مگر زبان ابھی تک بدستور ”لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ“ کا وظیفہ ہی پکا رہی تھی چچا تھک ہار کر چلا گیا۔ عبدالعزیٰ کو ہوش آیا تو چچا پھر سر پر کھڑا پوچھ رہا تھا ایمان کا مزہ چکھ لیا... یا اور چکھاؤں...؟ پھر وہی مطالبہ

وہ جواب پھر کفر کا تشدد اور ایمان کا استحکام، بات پھر بڑھ گئی تشدد کا دور پھر چلنے لگا پھر وہی اینٹ پتھر تھے اور ادھر بھی وہی ”لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ“ عبدالعزیٰ کے چچا نے جب یہ دیکھا کہ ایمان کے اس پہاڑ پر تشدد کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو اس نے دوسرا حربہ استعمال کیا اس نے عبدالعزیٰ کی پوری املاک پر قبضہ کر لیا اس کی جیب سے ایک ایک پائی نکلوائی گھربار، مال و متاع، بھیڑ بکری، اونٹ کھجور ہر شے سے اسے محروم کر دیا اس نے اس کی زندگی کی شاہراہ پر پھرے بیٹھا دیئے اور اسے حیات کی ساری آسائشوں سے محروم کر دیا اسے گمان تھا کہ عبدالعزیٰ اس کرب ناک صورت حال کو برداشت نہ کر سکے گا۔ واپس پلٹ آئے گا، عبدالعزیٰ نے چچا کے اس گمان کو غلط ثابت کر دیا۔

چچا کی ضدی طبیعت سٹیٹا اٹھی وہ غصہ کھا کر اٹھا اور سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا آگے بڑھا بھتیجے کو ایک بار پھر جی بھر کر پیٹا اور بالآخر تن کے سارے کپڑے اتروا لیے اور اسے دھکے مار کر ننگ دھڑنگ گھر سے یوں نکال دیا کہ ستر پوشی کے لیے ایک تار بھی جسم پر نہ چھوڑا، تم خوش تمہارا رب خوش اور تمہارا رسول خوش۔

عبدالعزیٰ جو کہ حیا و اتقا کا مجسمہ تھارات کے اندھیرے میں ماں کے دروازے پر آ کر فریاد کی کہ صرف ستر پوشی کے لیے کوئی کپڑا پھینک دیا جائے بیٹے کی حالت پر ماں کا دل کچھ نرم ہوا اس نے ایک پھٹا پرانا کمبل دور کھڑے اس کی طرف پھینک دیا جسے اس ستم رسیدہ راہ حق نے ہزار جذبہ تشکر قبول کیا پھر چیر کر اس کے دو ٹکڑے بنائے ایک ٹکڑا ٹانگوں کو لپیٹ لیا اور دوسرے سے باقی جسم ڈھانپ لیا۔

یہ مسافر دو ٹاٹوں میں لپٹا ہوا دن رات سفر کرتا رہا مکہ سے مدینہ تین سو میل (۴۱۸ کلومیٹر) کا سفر دن کے وقت آفتاب کا آگ برسانا جس سے پاؤں میں چھالے پڑ جاتے، رات کو نوکیلے پتھروں پر چلنے سے زخم بن جاتے درختوں کے پتوں سے بھوک مٹاتے ہوئے کئی دن رات کے بعد بالآخر یہ مسافر اپنی منزل پر پہنچ ہی گیا۔ طلوع فجر کا وقت مسجد نبوی راہ میں جدھر سے

آفتاب نور کو طلوع ہونا تھا سراپا انتظار بیٹھ گیا تا کہ چند لمحوں تک کف پائے محبوب سے اڑنے والی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا سکے۔

عبدالعزہی نہیں عبداللہ ذوالجبارین

رسول اللہ ﷺ کو اس کا حال معلوم ہو چکا تھا آج شب حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اندھیرے میں کوئی شخص محسوس ہوا تو پوچھا تم کون ہو...؟ عرض کیا عبدالعزہی، پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: عبدالعزہی نہیں بلکہ عبداللہ ذوالجبارین (دو ٹاٹوں والا) عبداللہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے حضور ﷺ نے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا عبداللہ کی ساری تکلیفیں اور تھکاوٹیں دور ہو گئیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو عبداللہ بہت ہی محبوب تھے ایک دن عبداللہ اپنی عادت کے مطابق بلند آواز سے تلاوت قرآن میں مصروف تھے کہ عمر بنی النخعی نے انہیں ٹوکا اور کہا آہستہ پڑھو۔ نبی کریم ﷺ پاس ہی تشریف فرما تھے فوراً ارشاد فرمایا: ”اے عمر بنی النخعی! اسے کچھ نہ کہو اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے بھاری قیمت ادا کی ہے۔“

غزوہ تبوک کے لیے تیاری جاری تھی کہ عبداللہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے اس جنگ میں شہادت کی دعا فرمائیے اب جنگ وہاں مقدور نہیں تھی اور عبداللہ کی درخواست کو رد کرنا خدا کو پسند نہیں تھا چنانچہ عرش والے نے فرش پر اپنے خلیفہ اعظم ﷺ کو بتا دیا۔ حضور ﷺ نے کھجور کی چھال منگوا کر اس پر لکھوایا کہ الہی! کافر کی تلوار پہ عبداللہ کا خون حرام کر دے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سنا تو بہت پریشان ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو شہادت کی دعا چاہی تھی فرمایا: ”عبداللہ اللہ کی راہ میں نکل کر اگر تم بخار سے بھی فوت ہو گے تب بھی شہید ہی قرار دیئے جاؤ گے۔ اللہ کے رسول کا یہ لکھا پورا ہوا، تبوک میں صرف ایک روز بخار آیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدنہم ذوالجنادین رضی اللہ عنہ کو وہاں ہی تبوک میں رات کو دفن کر دیا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ چراغ بکف کھڑے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبر کھود رہے تھے قبر تیار ہو چکی تھی تو رسول اللہ ﷺ خود قبر میں اترے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نعش کو سہارا دیتے ہوئے آگے کیا۔ حضور ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے نعش کو تھام لیا کہ اپنے بھائی کی نعش کو میرے حوالے کر دو دفن کر چکے تو حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی میں اس شخص پر خوش ہوں تو بھی اس پر خوش ہو جا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اس واقعہ کے راوی ہیں کہ تدفین کا یہ باوقار منظر اور آپ ﷺ کی یہ محبت میں ڈوبی ہوئی یہ دعا سن کر میں تڑپ گیا اور بے اختیار میرے منہ سے نکلا:

((يَا لَيْتَنِي كُنْتُ صَاحِبَ اللَّحْدِ)) ”اے کاش! یہ میت میری ہوتی“

الاصابه (۲-۱۰۸۵) واسد الغابہ (۳-۲۲۸) والاستيعاب (۳-۱۲۵)

سات چیزیں

شاء اللہ (درجہ رابعہ)

❁ زمیں بھی سات

❁ آسمان سات

❁ صفا و مروہ کے چکر بھی سات

❁ کعبہ کے طواف کے چکر بھی سات

❁ قرآن کی قرأت بھی سات

❁ اعضائے سجدہ بھی سات

❁ دوزخ کے نام بھی سات

❁ دوزخ کے دروازے بھی سات

❁ اصحاب کہف بھی سات

❁ دوزخ کے طبقے بھی سات

❁ یوسف علیہ السلام سات برس جیل میں رہے

❁ سورہ یوسف میں جن گایوں کا ذکر آیا وہ بھی سات

❁ قحط سالی اور خشالی بھی سات سات سال

❁ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات مرتبہ دھونے کا حکم

❁ جہرات کو کنکریاں مارنے کی تعداد بھی سات



گوجرانوالہ کے باشعور، دوراندیش اور جہاندیدہ و سنجیدہ حضرات کے لے بیسویں صدی کی تیسری دہائی کا پہلا سال سنگ میل اور اہل حدیث کیلئے روشنی کے ایک ایسے قمتے کی صورت اختیار کر گیا ہے جس کی نورانیت میں دن بہ دن، ماہ بہ ماہ، سال بہ سال نہ صرف اضافہ ہوتا رہا بلکہ اطراف و اکناف اور چہار جانب میں دور دراز تک اس کے شعلے اور کرنیں علاقوں کے علاقے اور شہروں کے شہر منور اور روشن کرتا گیا اور لوگ پروانوں کی طرح جوق در جوق اس طرف لپکتے چلے آئے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

قوم اذا للشر ابدی ناجذیہ لہم طاروا الیہ ذرافات و ووحدا

میری مراد ۱۹۲۱ء کی وہ مبارک ساعت ہے جس میں امام العصر محدث وقت اور شیخ الاسلام نباض قوم اور معمار ملت حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد اسماعیل السلفی نے قدم مینت سے سرزمین گوجرانوالہ کو رونق بخشی۔ آں محترم کی تشریف آوری اہلیان گوجرانوالہ کیلئے اس قدر بابرکت، خوش نصیبی اور بلند بختی کا ذریعہ اور سبب بنی کہ اس شہر کو ملک میں ایسی مرکزیت حاصل ہوئی کہ آپ کی وجہ سے یہ شہر لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

تاریخ پیدائش: راقم الحروف کے والد محترم کی روایت کی مطابق حضرت کی سن پیدائش ۱۹۰۱ء ہے جب کہ نامور صحافی معروف سوانح نگار محترم جناب محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ۱۸۹۷ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ (اہل حدیث خدام قرآن)

اور جماعت کے مشہور قلم کار حضرت مولانا قاضی محمد اسلم سیف رحمۃ اللہ علیہ فیروز پوری بالجزم رقمطراز

ہیں کہ حضرت کی پیدائش ۱۸۹۵ء میں ہوئی (تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینہ میں، ص ۴۱۷)

موطن: ہمارے مدوح گوجرانوالہ کی تحصیل وزیر آباد کے گاؤں ڈھونکے میں پیدا ہوئے والد گرامی کا نام محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

ابتدائی تعلیم

حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی آپ حضرت کے والد گرامی نہ صرف عالم دین تھے بلکہ بہت اچھے خوش نویس اور ماہر کاتب بھی تھے حدیث مبارکہ کی مشہور و معروف کتاب جامع ترمذی کی باکمال اور لا جواب شرح تحفۃ الاحوذی آپ ہی کے والد محترم کے قلم کا شاہ کار نمونہ ہے۔

رحلات علمیہ

ابتدائی تعلیم کے بعد مزید تعلیم کے حصول کیلئے حضرت سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے گاؤں کو خیر باد کہا اور وقت کے مشہور محدث استاذ پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ (ضریر البصر) محدث وزیر آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے اور ان کے لائق شاگرد مولانا عمر دین رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگوں سے اکتساب علم کیا۔ سن ۱۹۶۳ء میں مامونہ کالج میں اہل حدیث کانفرنس میں خطبہ صدارت ارشاد فرماتے ہوئے حضرت نے انکشاف فرمایا کہ ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ کی بات ہے جب میں وزیر آباد میں حضرت محدث وزیر آبادی کے زیر سایہ تعلیمی مراحل طے کر رہا تھا کہ شیخ محترم کے ہمراہ اوڈانوالہ میں ایک تبلیغی جلسہ میں یہاں آیا تھا بہر حال وزیر آباد کے بعد حضرت سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کا رخ کیا دہلی میں پچھانک حبش خان کے نزدیک مدرسہ دینیہ میں حضرت مولانا عبدالجید عمر پوری رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا اور بقدر ہمت علم کے موتی چنے اسکے بعد امرتسر تشریف لے گئے اور وہاں خاندان غزنویہ کے علم و عمل کا بڑا شہرہ تھا اور بزرگان غزنی

علم کے دسترخوان بچھا کر تشریف فرما تھے مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں محدث وقت حضرت مولانا عبدالغفور غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفکر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے خوب استفادہ کیا اور بعض دیگر علماء سے بھی مستفید ہوئے۔ امرتسر کے بعد آپ سیالکوٹ میں امام وقت حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مزید تعلیم حاصل کی مذکورہ بالا بلاد میں اپنے فن میں ماہر اساطین علم اور حذاق رجال سے مروجہ علوم کی تحصیل مکمل کی۔

گوجرانوالہ میں ورود مسعود

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گوجرانوالہ کی جماعت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہمیں مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات سپرد کی جائیں تو استاد محترم نے دونوں یعنی جماعت اور مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی فرمائی احباب جماعت سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ہیرا دے رہا ہوں اسکی قدر کرنا اور مولانا سلفی سے فرمایا کہ مالی مفاد اور مادی منفعت کے لئے مسجد تبدیل نہ کرنا حضرت سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد محترم کی نصیحت پر اس قدر پابندی سے عمل کیا اور استقامت کا ایسا عظیم الشان مظاہرہ کیا کہ ملک اور بیرون ملک سے بڑی بڑی پیش کشوں کو انتہائی خوش اسلوبی اور معاملہ فہمی سے نہ صرف ٹال دیا بلکہ معذرت کر کے دنیوی آلودگیوں سے اپنے آپ کو شستہ و شاستہ اور پاک صاف رکھا اپنے تلامذہ متعلقین اور اصاغروا کا براہ و علماء کیلئے ایک درخشندہ اور روشن مثال قائم فرمادی۔

درس قرآن

موسم کی شدت وحدت اور حرارت و برودت کی پرواہ کئے بغیر بعد نماز فجر بلا ناغہ، روزانہ درس قرآن مجید ارشاد فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ اگر بیرون شہر ہوں اور رات دیر سے واپسی ہوئی ہو تو تب بھی درس سے ناغہ نہ کرتے تھے اس کی بہت ساری وجوہات میں سے جو اہم کو سمجھ آتی ہیں ان میں حضرت سلفی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام اللیل پر موانطیت، کثرت مطالعہ، خلوص اور اللہیت کے

جذبے سے معمور ہونا اور تبلیغ دین، اشاعت اسلام اور عوام الناس کیلئے جذبہ خیر خواہی سے بھرپور ہونا اور حدیث مبارکہ

((الَّذِينَ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلَا نِمَّةَ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ))

”دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ خیر خواہی کس کے لیے ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے“

مسلم، الايمان، باب بيان أن الدين النصيحة (۵۵) (وابو داؤد (۴۹۴۴)

پر عمل کرنا۔ حضرت کے درس کی نمایاں ترین خصوصیت یہ تھی کہ آں محترم نے قرآن کریم بالترتیب شروع کیا اور ایک وقت تھا کہ سارے برصغیر میں اس ترتیب کا حلقہ درس صرف حضرت کا ہی ہوا کرتا تھا۔ آں مدوح نے زندگی میں ایک مرتبہ درس میں قرآن مجید مکمل کیا۔

خطبہ جمعہ

جمعہ کے خطبہ میں بھی آپ کی شان نزالی اور انداز جداگانہ اور بیان والہانہ، عوام اور علماء کیلئے علم و عمل اور نصائح و افرانہ ہوتے تھے۔ حضرت سلفی رحمہ اللہ نے خطبات جمعہ میں بالترتیب ۱۹ پارے مکمل فرمائے تھے کہ پیمانہ حیات لبریز ہو گیا اور حضرت خلد بریں سدھار گئے اور اپنے رب کے جا مہمان ٹھہرے۔

آپ کے درس اور خطبہ میں عوام تو عوام، خواص اور وقت کے جہانڈہ علماء تک بڑے بڑے علمی نکات حاصل کرتے تھے اور اس کا برملا اعتراف بھی کرتے تھے۔

معروف ادیب اور ماہر عالم دین حضرت مولانا مسعود عالم صاحب ندوی اور مشہور صحافی اور قلم کار سابق مدیر ترجمان ”لاہور“ مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا عبدالحجید صاحب صدیقی اور دیگر احباب اس بات کے معترف ہیں۔

تاریخی انکشاف

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں بعد نماز عشاء علماء کی ایک مجلس میں ایک واقعہ سنایا جب قاضی مقبول احمد صاحب جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں خطیب مقرر ہوئے تو حضرت مولانا عبدالحق صدیقی رحمہ اللہ نے انہیں خط لکھا کہ تمہاری موت کا وقت قریب آ گیا ہے کیونکہ جب مولانا علاؤ الدین رحمہ اللہ کا انتقال پر ملا ل ہوا تو حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ دال بازار مسجد میں ہوتے تھے ان کی وفات کے بعد حضرت جامعہ محمدیہ نیائیں چوک مقرر ہوئے اور دال بازار میں مولانا عبداللہ رحمہ اللہ خطیب مقرر ہو گئے اور حضرت سلفی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مولانا عبداللہ رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ مقرر کیے گئے اور آپ یعنی (قاضی مقبول) دال بازار مسجد میں خطیب مقرر ہو گئے ہیں۔

اب صرف ایک ہی مرحلہ رہ گیا ہے کہ مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کی وفات پر آپ جامعہ محمدیہ اور وہاں سے آخری منزل کی طرف اس واقعہ میں مزاح بھی ہے اور ایک تاریخی حقیقت کا بیان بھی ہے کہ حضرت سلفی رحمہ اللہ شروع شروع جب گوجرانوالہ میں تشریف لائے تو جامع مسجد دال بازار میں مقرر ہوئے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی آمد کے وقت شہر گوجرانوالہ میں تین مساجد تھیں۔

(۱) جامعہ محمدیہ اہل حدیث نیائیں چوک۔

(۲) جامع مسجد دال بازار۔

(۳) جامع مسجد اہل حدیث حاجی پورہ بازار۔

اور آپ کی وفات کے وقت شہر میں پچاس مساجد تھیں، حضرت سلفی رحمہ اللہ کا گوجرانوالہ میں عرصہ تعلیم و تدریس تقریباً سینتالیس سال پر محیط ہے اور آپ کا اعزاز ہے کہ ایک مقام پر اتنا عرصہ نہ صرف گزارا بلکہ اپنے دامن عفت کو ہر طرح کی آلودگیوں اور آلائشوں سے اس طرح محفوظ رکھا کہ آپ کی وفات کو آج چالیس سال ہو گئے ہیں، اپنے بیگانے تمام ہی آپ کی

مدح سرائی میں لب کشا اور تعریف و ستائش میں رطب اللسان ہیں۔

وسیع ظرفی اور رواداری

ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ بہت ساری علمی خوبیوں کے ساتھ ساتھ عادات سنیہ، اطوار جمیلہ اور اخلاق فاضلہ سے بھی متصف اور متزین تھے۔ آپ اتحاد امت کے داعی اور علم دار اور اس کیلئے اقدام کرنے میں دوسروں سے مقدم تھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو وسعت ظرفی کشادہ قلبی کی دولت سے مالا مال کیا ہوا تھا اس کی بے شمار مثالیں اور نظیریں آپ کی زندگی کا ایک روشن باب ہیں درج ذیل واقعہ اس پر شاہد عدل ہے حضرت سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے حیات مستعار کے آخری برسوں کی بات ہے کہ حضرت نے خطبہ جمعہ میں اعلان فرمایا کہ آج بختے والے محلے میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھنا ہے اور نماز عصر وہاں ادا کرنی ہے افراد جماعت کی ایک کثیر تعداد وہاں جمع ہو چکی تھی راقم الحروف کے والد محترم حضرت حافظ عبدالمنان صاحب شاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے میں بھی وقت سے کافی پہلے مسجد کی جگہ پہنچ گیا اور حسن اتفاق سے امام کے پیچھے پہلی صف میں کھڑے ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور اتفاق یہ کہ نماز کیلئے اقامت ہوئی اور مصلیٰ امامت پر حضرت سلفی کی بجائے ایک بزرگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے نماز پڑھائی اور میرے دل کو بڑی تکلیف ہوئی کہ حضرت کی موجودگی میں یہ نماز پڑھا رہے ہیں اور اس کیساتھ اس بات کی جستجو بھی ہوئی کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ بہر حال نماز ہوئی سنگ بنیاد اور افتتاح مسجد سے فارغ ہوئے پتہ چلا کہ یہ بزرگ مولانا چراغ دین ہیں اس کا نام جامع مسجد سلفیہ اہل حدیث ہے اس واقعہ سے حضرت کی وسعت ظرفی اور رواداری کی رفعت کا بخوبی انداز ہوتا ہے۔

دل جوئی اور بلند اخلاقی

حضرت دعوت و ارشاد اور تبلیغ اسلام اور اصلاح عوام کیلئے ملک کے مختلف شہروں میں خطابات اور وعظ و نصیحت کی غرض سے سفر کیا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت پندو نصائح کیلئے ساہیوال

جلسہ میں خطاب کیلئے گئے قرب وجوار سے کافی احباب حضرت کا خطاب سننے کیلئے حاضر ہوئے اس واقعہ کے راوی ہمارے بزرگ ملک فقیر اللہ رحمہ اللہ جو اس وقت بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے مسلک میں بڑے تشدد تھے اپنے ایک اہل حدیث دوست کی دعوت اور اصرار پر اوکاڑہ سے حضرت کا خطاب سننے کیلئے آئے حضرت کے اس ایک خطاب نے ہی ان کی زندگی کی کاپی لٹ دی اور وہ آپ کے اس قدر گرویدہ ہوئے اور آپ سے اس حد تک شریدہ خاطر ہوئے کہ اس کے بعد اوکاڑہ سے ہر جمعہ نماز فجر کے بعد چلتے اور گوجرانوالہ میں صرف حضرت سلفی رحمہ اللہ کا خطبہ جمعہ سننے کیلئے حاضر ہوتے اور پورے ہفتہ میں ان کو جو اختلافی اور غیر اختلافی مسائل پیش آتے ان کو وہ کاغذ پر لکھتے خطبہ جمعہ کے بعد حضرت سلفی رحمہ اللہ سے استفسار کرتے اور حضرت بڑے خوبصورت مدلل اور مبرہن جواب سے نوازتے اور بسا اوقات منتظمین مسجد اور دیگر احباب ملک فقیر اللہ سے الجھتے اور ناراض ہوتے کہ مولانا جمعہ پڑھا کر تھکے ہیں اور تم حضرت کو تنگ کرتے ہو اس پر حضرت ان کو فرماتے آپ لوگ انہیں کچھ نہ کہیں کیونکہ یہ اوکاڑہ سے صرف یہاں جمعہ پڑھنے اور اس کے بعد اپنے مسائل کی دریافت اور حل کے لئے تشریف لاتے ہیں حضرت کی اس کرم فرمائی کا یہ اثر ہوا کہ ملک صاحب رحمہ اللہ نے پوری تحقیق اور چھان بین کے بعد مسلک کتاب وسنت یعنی اہل حدیث اختیار کر لیا، یہ اور اس طرح کے بے شمار واقعات سے حضرت کی زندگی بھری پڑی ہے

وفات

بیس فروری ۱۹۶۸ء کی تاریخ گوجرانوالہ میں اس اعتبار سے یاد رکھی جائے گی کہ اس تاریخ کو گوجرانوالہ کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ ہوا۔ یہ جنازہ ہمارے ممدوح حضرت مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کا تھا، جنازہ جناح سٹیڈیم میں حضرت مولانا حافظ محمد یوسف لکھنوی نے بڑے پرقت انداز میں پڑھایا سارا سٹیڈیم اور اس کی سیڑھیاں جنازہ پڑھنے والوں سے بھری ہوئی تھیں اور آج تک گوجرانوالہ کی تاریخ کا یہ سب سے بڑا جنازہ ہے سچ فرمایا امام اہل

السنہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے: ((الفرق بیننا و بینہم فی الجنائز)) اللہ تعالیٰ حضرت مولانا سلفی رحمہ اللہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

گھر میں ایسے رہو.....!!

علی احمد (درجہ ثانیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ: ”گھر میں اللہ کے رسول ﷺ کی مصروفیت کیسی ہوتی تھی۔؟“ تو انھوں نے فرمایا: ”آپ ﷺ بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے آپ ﷺ.....“

- (۱) گھر میں اپنی بیویوں کے ساتھ ان کا ہاتھ بٹاتے۔
- (۲) اپنے گھر میں اپنے ہاتھ کے ساتھ مختلف امور انجام دیتے۔
- (۳) بکری کا دودھ دوہ لیتے۔
- (۴) جوتا سی لیتے۔
- (۵) پانی کا مشکیزہ اٹھا لیتے۔
- (۶) اپنے کپڑوں کو پیوند لگا لیتے۔
- (۷) اپنے کام خود کر لیتے۔
- (۸) کپڑے صاف کر لیتے۔

مسند احمد (۶-۲۵۶) (۶۱۹۴۶) ابن حبان (۵۶۷۵) (۵۶۷۶) اسنادہ صحیح

اے اللہ! تیرے پیارے رسول ﷺ ہمارے لیے اپنی خانگی زندگی کا جو نمونہ چھوڑ کر چلے گئے۔ ہمیں اپنے گھروں میں ایسا ہی بنادے تاکہ ہمارا گھر بھی اخلاق و محبت کا گلشن بن جائے۔

آمین یا رب العالمین





اچانک میرے نبی ﷺ بیٹھے بیٹھے ہنس دیئے، اس قدر ہنسے کہ چہرا کھل اٹھا پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا...؟ ہم نے کہا، اللہ اور اللہ کا رسول ہی خوب جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، بندہ جب اپنے رب سے قیامت کے دن جھگڑا کرے گا، اس پر کہے گا کہ باری تعالیٰ کیا تو نے مجھے ظلم سے بچایا نہ تھا؟ اللہ فرمائیں گے ہاں تو یہ کہے گا بس پھر میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔ بس میرا اپنا بدن تو میرا ہے باقی سب میرے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا یونہی سہی، تو اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتے گواہ سہی، چنانچہ اسی وقت زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضائے بدن سے فرمایا جائے گا۔ اے بدن بول ڈرنا!! اور خود گواہی دے کہ تم سے اس نے کیا کیا کام لئے...؟ وہ صاف کھول کھول کر سچ ایک ایک بات بتا دیں گے، پھر اس کی زبان کھول دی جائے گی تو یہ اپنے بدن کے جوڑوں سے کہے گی تمہارا ستیا ناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے، میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہی تھی اور تمہارے ہی فائدے کے لیے حجت بازی کر رہی تھی۔

صحیح مسلم، الزہد، باب الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر (۲۹۶۹) والنسائی فی الکبریٰ (۱۱۶۵۳) وابن حبان (۷۳۵۸) وابو یعلیٰ (۳۹۷۵)

یہی بات تھی جس کی طرف اللہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ جب گناہگار اور کافر مشرک اپنے گناہوں کا اعتراف نہیں کریں گے تو۔

﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾
 ”ہم ان کے منہ پر مہریں لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بول کر باتیں کریں گے اور ان کے

سورة یسین (۶۵-۳۶)

پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جنہیں وہ کرتے تھے“

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

”جب ان کے متعلق ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پیر گواہی دیں گے وہ دنیا میں کیا عمل کرتے رہے تھے“

سورة النور (۲۴-۲۴)

مزید فرمایا: ﴿حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاؤُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ، وَقَالُوا لَلْجُلُودِ هُمْ لَمْ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقْنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ عَزَّ﴾

سورة حم السجدة (۲۱، ۲۰، ۴۱)

”یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آجائیں گے ان پر ان کے کان اور انکی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی، یہ اپنی کھالوں (بدن) سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے“

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم سمندر کی ہجرت سے واپس آئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن ہم سے دریافت کیا تم نے حبشہ کی سر زمین میں کوئی تعجب خیز بات دیکھی ہو تو سناؤ، اس پر ایک نوجوان نے کہا ایک مرتبہ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے، ان کے علماء کی ایک بڑھیا عورت ایک پانی کا گھڑاسر پر لئے آرہی تھی انہی میں سے ایک جوان نے اسے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑی اور گھڑا ٹوٹ گیا وہ اٹھی اور اس شخص کی طرف دیکھ کر کہنے لگی، مکار تجھے اس کا حال اس وقت معلوم پڑے گا جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی کرسی سجائے گا اور تب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے، اور ایک ایک عمل کھل جائے گا اس وقت تیرا میرا فیصلہ بھی ہو جائے گا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے اس نے سچ کہا، اس قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح پاک کرے جس میں زور آور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جائے..؟

طبرانی الاوسط (۹۰۵۵) و بزار (۱۵۹۶) شواہد کی بناء پر حسن درج کی ہے

روز قیامت اللہ بندہ سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا، اے فلاں کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی تھی؟ اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ (سواریاں) مسخر نہیں کئے تھے؟ اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور خوشحال زندگی میں نہیں چھوڑا ہوا تھا؟ تو بندہ کہے گا! اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ابھی پتہ چل جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ پیش کرتے ہیں۔ وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اسکی ہڈیوں سے کہا جائے گا تم بتاؤ! پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اسکی ہڈیاں اس کے اعمال کو بیان کریں گے اور یہ معاملہ اس وجہ سے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات سے اس کے خلاف حجت قائم ہو۔

صحیح مسلم، الزہد، باب الدنيا سجن المؤمن و جنة الکافر (۲۰۶۸) والترمذی (۲۴۲۸)

حکیم بن معاویہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم قیامت کے دن اس حال میں آؤ گے کہ تمہارے مونہوں پر پٹی باندھی ہوئی ہوگی اور کسی آدمی کا جو عضو سب سے پہلے کلام کرے گا وہ اس کی بائیں ران اور اس کی ہتھیلی ہوگی“

مسند احمد (۹۹۰۹-۵) طبع قاہرہ

ہر انسان کا بدن اسکے خلاف یا اسکے حق میں گواہی دینے والا ہے بالوں کے کناروں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں کے پوروں تک بدن بول بول کر شہادت دے گا۔ اے انسان اس بدن کو نیکی کی بھٹی میں سے گزار، کہ روز قیامت تیرا ہو کر رہ جائے اور زبان، ہاتھ، پاؤں بول کر کہیں کہ یہ بندہ اس قابل ہے کہ اسے جنت کا وارث بنا دیا جائے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

مجرم کے اعضاء اس کی برائیوں کو بیان کریں گے اور مومن کے اعضاء اس کی نیکیوں کو بیان کریں گے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے کی اپنے آپ کو (اپنے بدن کو) جہنم کی آگ سے بچا لو اور ان ہاتھوں کے پوروں پر تسبیحات پڑھا کرو تا کہ یہ تمہاری روز قیامت گواہی دے سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کہ تم تسبیح اور تہلیل اور تقدیس پڑھنے کو لازم کر لو، اور پوروں (انگلیوں کے سروں) سے انکا شمار کیا کرو، کیونکہ ان سے سوال کیا جائے گا اور ان سے کلام طلب کیا جائے گا، اور تم (ان کو پڑھنے سے) غافل نہ ہو اور اللہ کی رحمت کو بھول نہ جانا“

ترمذی، الدعوات، باب فی فضل التسبیح والتہلیل والتقدیس (۳۵۰۳) (۳۴۸۶) وصحیح ابن حبان (۸۴۲)
نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ ذکر و اذکار اور تسبیحات ہاتھوں کی انگلیوں پر شمار کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:
”میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نماز کے بعد تسبیحات پڑھ رہے تھے اور انہیں دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کر رہے تھے“

ابو داؤد، الصلاۃ، باب التسبیح بالحصی (۱۵۰۲) وصحیح ابی داؤد (۱۳۳۰) والترمذی (۳۴۱۱)
اہل عرب کے ہاں یہ امر معروف و مشہور تھا کہ وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر ایک سے دس ہزار تک گنتی کر لیا کرتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ کی حالت تشہد کے متعلق حدیث ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد کے لیے بیٹھتے تو اپنا بائیں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر اور دائیں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے اور ترپن کی گرہ لگاتے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

احباب کی آسانی کے لیے ہم اس مقام پر اہل عرب کے ہاتھوں پر ایک سے لے کر دس ہزار تک گنتی کے طریقہ کو درج کیا جا رہا ہے۔

اکائیاں

اکائیوں کے لیے دائیں ہاتھ کی تین انگلیوں (سب سے چھوٹی اور اس کے ساتھ والی اور درمیان والی انگلی) سے مدد لی جاتی تھی، تفصیل یہ ہے۔

اب آپ دایاں ہاتھ اور انگلیاں مکمل طور پر کھول کر سیدھی کر لیں اور یوں اکائیاں بناتے جائیں۔

ایک۔ سب سے چھوٹی انگلی (خنصر) کو ہتھیلی کے چھوٹی انگلی کے قریب ترین حصے کے ساتھ ملا کر بند کر لیں۔

دو۔ اب چھوٹی انگلی کے ساتھ والی انگلی (بنصر) کو بھی ہتھیلی کے قریب ترین حصے کے ساتھ ملا کر بند کر لیں۔

تین۔ اب درمیانی انگلی کو بھی ہتھیلی کے درمیانی انگلی کے قریب ترین حصے کے ساتھ ملا کر بند کر لیں (اس طرح تین کے عدد تک تینوں انگلیاں بند ہو گئیں)

چار۔ آپ کی تینوں انگلیاں بند ہیں تو اب آپ صرف چھوٹی انگلی کو کھول کر سیدھا کر لیں۔

پانچ۔ پھر چھوٹی انگلی کے ساتھ والی (بنصر) کو بھی کھول کر سیدھا کر لیں۔

چھ۔ چھوٹی انگلی کے ساتھ والی (بنصر) کو حسب مذکور بند کر لیں اور باقی ساری انگلیاں کھول کر سیدھی کر لیں۔

سات۔ صرف چھوٹی انگلی کو ہتھیلی کے اندر انگوٹھے کی جڑ کے ساتھ ملا لیں اور ساتھ والی انگلی (بنصر) کو کھول لیں۔

آٹھ۔ چھوٹی انگلی جو انگوٹھے کی جڑ کے ساتھ ملائی گئی تھی اس کے اوپر ساتھ والی (بنصر) انگلی کو بھی ہتھیلی کے اندر انگوٹھے کی جڑ کے ساتھ ملا لیں۔

نو۔ درمیان والی انگلی کو بھی ساتھ والی اور چھوٹی انگلی کے اوپر ہتھیلی کے اندر انگوٹھے کی جڑ کے ساتھ ملا لیں (اب تینوں انگلیاں یکجا ہو چکی ہیں)

دہائیاں

دہائیاں، دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں (انگوٹھا اور انگشت شہادت) پر گنی جاتی ہیں۔ وہ اس طرح :
دس۔ انگوٹھے کا سر اشہادت والی انگلی کے سرے پر باہر کی طرف اس جانب پر رکھیں جو انگوٹھے کی طرف ہے۔

بیس۔ انگوٹھے کو شہادت والی اور درمیانی دونوں انگلیوں کے درمیان داخل کریں۔
تیس۔ انگوٹھے کا سر اشہادت والی انگلی کی اس جانب پر رکھیں جو درمیانی انگلی کی طرف ہے یعنی دس والی شکل کے برعکس۔

چالیس۔ انگوٹھے کا سر انگشت شہادت کی درمیانی گرہ پر رکھ لیں اور انگوٹھے کے سرے کو انگشت شہادت کی جڑ کی طرف تھوڑا سا جھکا لیں۔

پچاس۔ انگوٹھے کے سرے کو انگوٹھے کی جڑ کی طرف اس طرح جھکا لیں کہ انگوٹھا جھک کر انگشت شہادت کی آخری گرہ کے نیچے آ جائے۔

ساتھ۔ انگشت شہادت کا سر انگوٹھے کی پشت کی ناخن کی طرف گرہ پر رکھ لیں یعنی چالیس والی صورت کے برعکس،

ستر۔ انگوٹھے کا سر انگشت شہادت کی درمیانی گرہ پر یوں رکھیں کہ انگشت شہادت کے سرے کو انگوٹھے کی طرف مائل کریں یعنی انگوٹھے کے اوپر جھکا دیں۔

اسی۔ انگشت شہادت کو انگوٹھے کی جڑ کی طرف جھکا لیں کہ انگوٹھا انگشت شہادت کی اس جانب کے ساتھ لگ جائے جو انگوٹھے کی طرف ہے۔

نوے۔ انگشت شہادت کا سر انگوٹھے کی جڑ پر رکھیں پھر انگوٹھے کو انگلی کے ساتھ ملا دیں (کہ اندر گول دائرے کا سوراخ بن جائے)

نوٹ: یوں اس طرح آپ دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیوں پر نانوے تک گنتی کر سکتے ہیں۔
سینکڑے

جس طرح آپ نے دائیں ہاتھ کی تین انگلیوں پر اکائیاں شمار کی تھیں اسی طرح بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں پر اکائیوں کی بجائے سینکڑے شمار کرتے جائیں یوں آپ نو سو تک گنتی کر سکتے ہیں۔

ہزار

جس طرح آپ نے دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں (انگوٹھا اور انگشت شہادت) پر دہائیاں شمار کی تھیں اس طریقے سے بائیں ہاتھ کی انہیں دو انگلیوں پر دہائیوں کی بجائے ہزار کے اعداد شمار کرتے جائیں اس طرح بالآخر آپ نو ہزار تک گنتی کر سکیں گے۔ پھر 999 تک گنتی کر کے آخری دفعہ ہاتھ کھول دیں تو دس ہزار تک شمار کر لیں گے۔

تحفة الأحوذی، الدعوات، باب فی فضل التسبیح والتہلیل والتقدیس (۳۵۸۳) (۲۹۰۱۰) تحت الحدیث



سلفی ہر غلو سے بری ہیں

محمد آصف الرحمن (درجہ سابعہ)

سلفیوں کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک معتدل شیعہ عالم ڈاکٹر موسیٰ موسوی اپنی مایہ ناز کتاب اصلاح شیعہ میں لکھتا ہے کہ:

”غالبا نہ افکار بہت سے لوگوں کے دلوں میں حتیٰ کہ غیر مسلموں میں بھی جاگزیں رہتے ہیں۔ ائمہ و اولیاء کی نسبت غلو کرنے میں دوسرے اسلامی فرقے شیعہ کے شریک ہیں ان میں سے ہم صرف سلفیوں کو مستثنیٰ کر سکتے ہیں جو لوگوں کے دلوں اور عقلوں کو چکرا کر رکھ دینے والی زنجیروں کو توڑنے میں کامیاب ہوئے۔“

اصلاح شیعہ از ڈاکٹر موسیٰ موسوی (ص ۴۳-۴۲۰) طبع دوم





۸ ہجری

ربیع الاول کے مہینے میں شام کی سرحدوں پر سریہ ذات اطلاق پیش آیا۔

۱۱ ہجری

ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو نبی مکرم ﷺ کا انتقال ہوا، جبکہ ۹ ربیع الاول کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اسی مہینے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے۔

۱۲ ہجری

ربیع الاول کے مہینے میں دریائے فرات کی شاخ (ذات بادقی) کے دھانے پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ابن آزادہ کے مابین جنگ مقرر کی گئی۔ ابن آزادہ نے شکست کھائی۔

۱۲ ہجری

۱۔ حیرہ کی فتح: ربیع الاول کے آغاز میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (حیرہ) کو فتح کیا۔ حیرہ نجفی بادشاہوں کا دار الحکومت تھا۔ جسکے آثار عراق، کوفہ اور نجف کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا تو حیرہ کے رئیس عمرو بن عبدالمسیح نے شکست مانتے ہوئے دوسرے رؤسا کو ساتھ لیکر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تقریباً دو لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا، فتح حیرہ کی برکت سے دجلہ تک کا علاقہ مسلمان مجاہدوں کے زیر اثر آ گیا۔

۲۔ فتح کی خبر عراق: ۲ ربیع الاول کو حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ حیرہ اور مغیشیا کی فتح کی خبر

لیکھ عراق پہنچے۔ (امغیشیا ایک بڑا شہر تھا۔ یہاں کے مکینوں نے دوران جنگ مسلمانوں کیخلاف ایرانیوں کی مدد کی جسکے نتیجے میں حضرت خالد بن الولیدؓ نے ۲۸ صفر ۱۲ ہجری کو اسے فتح کیا تھا)

۳۔ فتح شام کا فیصلہ: شام کو فتح کرنے کا فیصلہ اس لیے کیا گیا کہ اس جانب سے غسانوں اور رومیوں نے مسلمانوں کو تنگ کیا تھا۔

غسانی تو وہ تھے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مختلف سلاطین کے نام دعوتی خطوط لکھے تو غسانوں کے حاکم شرجیل بن عمر نے نبی ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیر از دی کو شہید کر دیا تھا۔ انہی غسانوں کو رومیوں سمیت لگام ڈالنے کیلئے یہ فیصلہ کیا گیا یہ فیصلہ ۳۰ ربیع الاول ۱۲ ہجری کو ہوا۔

۱۳ ہجری

- ۱۔ فتح بصری: ۲۵ ربیع الاول کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے بصری فتح کر لیا۔
- ۲۔ بہمن جادو بہ کو شکست: اسی سال اس مہینے کے آخر میں حضرت ثنی بن حارثؓ نے عراف کی جنگ بابل میں بہمن جادو بہ کو ۱۰ ہزار ایرانیوں سمیت شکست دی۔

۱۵ ہجری

خالد بن ولید کا بعلبک روانہ ہونا

- ۱۔ آثار قدیمہ کے لحاظ سے لبنان کا تاریخی اور مشہور شہر جو کہ سطح سمندر سے ۱۱۵۰ کلومیٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں حضرت الیاس کی قوم کا (بعل) نامی بت تھا۔ اسی وجہ سے اس کو بعلبک کہا جاتا ہے۔

۲ ربیع الاول کو حضرت خالد بن ولیدؓ اسکی جانب روانہ ہوئے۔

- ۲۔ ایرانی سپہ سالار: اسی سال اسی مہینے میں پے درپے شکست سے دوچار ہو کر ایرانیوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کیلئے اپنی فوجوں کا سپہ سالار علی رستم بن فرخ زاد کو بنادیا۔ یہ واقعہ

۲۳ ربیع الاول کو ہوا۔

۳۔ مسلمان وفد کی واپسی: ۲۳ ربیع الاول کو ہی مسلمانوں کا وفد جسکو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ جس میں تقریباً بارہ صحابہ رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ یزید گرد سے ملنے کے بعد واپس آ گیا۔ لیکن یزید گرد نے تکبر میں آ کر اپنے نوکروں کو مٹی کا ٹوکرا لانے کو کہا اور وہ ٹوکرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عاصم رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا گیا۔

۴۔ بعلبک فتح: اسی سال اسی مہینے کی ۲۳ تاریخ کو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بعلبک فتح کر لیا۔
۵۔ فتح حمص: حمص جو کہ ملک شام کے چھ ضلعوں میں سے ایک ضلع کا نام ہے۔ اس شہر میں سورج کا مندر تھا۔ قیصر ہرقل نے اسکو بچانے کی بہت کوشش کی مگر ۲۵ ربیع الاول ۱۵ ہجری کو یہ شہر فتح ہو گیا۔

۳۸ ہجری

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دوبارہ مصر کے والی بنادیے گئے۔

۲۱۲ ہجری

جزیرہ صقلیہ: جزیرہ صقلیہ پر اس سے پہلے بھی ۳۳ ھ، ۸۵ ھ، ۱۰۲ ھ، ۱۰۹ ھ، ۱۱۰ ھ، ۱۲۲ ھ، ۱۳۵ ھ میں حملے کیے جا چکے تھے، اب ۲۱۲ ہجری میں اس جزیرے کو فتح کرنے کیلئے ربیع الاول ۱۵ تاریخ کو (تیونس) سے ۱۰۰ جہازوں پر مشتمل بحری بیڑہ لیکر روانہ ہوئے۔ اس بیڑے کی کمان اسد بن فرات کے ہاتھ تھی۔

۲۔ مارز قبضے میں: ۱۸ ربیع الاول کو اسد بن فرات نے جزیرہ صقلیہ کے مغربی شہر مارز کو قبضے میں لے لیا۔

۴۰۶ ہجری

ربیع الاول ۴۰۶ ہجری میں دانیہ (اندلس) اور مشرقی جزائر کے امیر ابوالکیش نے کالیاری اور

سارڈینیا کے قلعے فتح کر لیے، اسی طرح اٹلی کے مغربی ساحلوں پر یلغار کرتے ہوئے اس نے
لونی پر قبضہ کیا۔ اور پپسا اور جنوا کے قلعوں پر بھی یلغار کی۔

۴۸۱ ہجری

ربیع الاول کے مہینے میں مسلمانوں کی اندرونی خلفشاؤں کو دیکھتے ہوئے اٹلی کا فارمن حکمران
راجہ صقلیہ کے علاقے جرجنت پر قابض ہو گیا۔

۴۸۴ ہجری

ربیع الاول کے مہینے میں ہی راجہ نے صقلیہ کے مسلمانوں کے آخری قلعے قسریانہ پر بھی قبضہ
کر لیا۔

۶۱۷ ہجری

۶۱۷ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں چنگیز کے دو سپہ سالاروں جی نویاں اور سبدائی نویاں نے
چنگیز خاں کی قیادت میں بچوں کو عبور کر کے بلخ و ہرات میں قتل عام کیا۔ اس کے علاوہ نیشاپور،
مازندران، آمل، رے، ہمدان، قم، قزوین اور دیلم، تبریز، طفلیس، مراغہ وغیرہ میں مغلوں نے
اس طرح سے قتل عام کیا۔ کہ عورتوں بچوں اور بوڑھوں تک کو قتل کر دیا گیا۔

۶۲۹ ہجری

میں ربیع الاول کے مہینے میں عثمانیوں کے جد امجد سلیمان نے وفات پائی اور اسکا بیٹا ارطغرل
اپنے باپ کی جگہ بیٹھ گیا۔

۶۸۰ ہجری

ارطغرل نے بھی ربیع الاول کے مہینے میں ہی وفات پائی۔ اور اسکی جگہ اسکا بیٹا عثمان سردار بنا۔

۷۰۱ ہجری

میں ارطغرل کے پوتے عثمان نے اور سلیمان کے بیٹے نے انیون حصار، نیتھو میدیا (ازمیت)

اور (یعنی) کے شہر فتح کر لیے یہ فتوحات ربیع الاول کے مہینے میں ہوئیں۔

۷۰۴ ہجری

میں ربیع الاول کے مہینے میں عثمان نے مفتوحہ علاقے خود مختار قرار دیکر بادشاہ کا لقب حاصل کیا۔

۸۸۶ ہجری

۱۔ میں ربیع الاول کی ۳ تاریخ کو فاتح قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح نے وفات پائی۔

۲۔ ۲۳ ربیع الاول کو سلطان محمد فاتح کے بعد بایزید ثانی نے زمام اقتدار سنبھالی۔

۹۲۳ ہجری۔

میں ربیع الاول کی ۲۱ تاریخ کو قاہرہ کے باب ذویلہ پر آخری ملوک سلطان طرمان کو پھانسی دے دی گئی۔ اور مصر عثمانی حکومت کے زیر نگیں آ گیا۔

خطرناک غلطیاں

① کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے وقت پر مکمل کرنے کی امید رکھنا۔

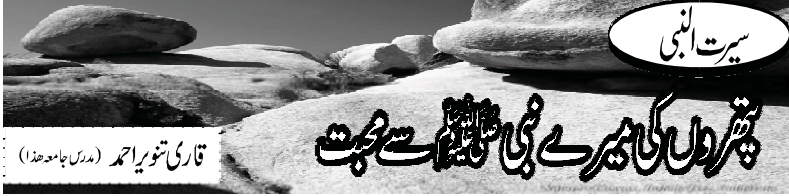
② اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے اس کی توقع کرنا۔

③ ہر ایک سے بدی کرنا اور خود آرام میں رہنے کی توقع کرنا۔

④ ہر ایک شیریں زبان کو دوست سمجھ لینا۔

⑤ اپنے آپ کو سب سے عقل مند اور لائق سمجھنا۔

محمد اسماعیل (کلاس قاری عبدالسلام صاحب)



ایک دفعہ پیارے نبی ﷺ اپنے تین رفقاء حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ احد پہاڑ کی جانب گئے جب احد پر آپ قدم رنجہ ہوئے تو اچانک پہاڑ نے حرکت شروع کر دی۔ نبی کریم ﷺ نے پہاڑ کی جنبش اور کانپنا دیکھ کر اپنا قدم مبارک احد پہاڑ پر مارا اور فرمایا:

((اُبْتُ يَا أَحَدُ فَإِنَّ عَلَيْكَ نَبِيَّ وَصَدِيقِي وَشَهِيدَانِ))

”اے احد! ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک ابو بکر صدیق اور دو شہید (عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ) ہیں“

بخاری، فضائل الصحابة، باب مناقب ابی بکر (۳۶۷۵)

اسی لیے میرے نبی ﷺ احد کے متعلق کہا کرتے تھے۔

((هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ))

”(لوگو!) یہ احد کے پتھر ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں“

بخاری، المغازی، باب احد یحبنا ونحبہ (۴۰۸۴) و مسلم (۱۳۹۳)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنِّي لَا عَرِفَ حَجْرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ إِنِّي لَا عَرِفُهُ الْآنَ))

”میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ میں ہے وہ مجھے نبوت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔ میں اس کو اب بھی

پہچانتا ہوں“

مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبی..... (۷۷)

بعض روایات کے مطابق جب آپ ﷺ کی عمر بارہ برس دو مہینے دس دن کی ہوئی تو

ابو طالب آپ ﷺ کو ساتھ لے کر تجارت کے لیے ملک شام کے سفر پر نکلے اور بصری پہنچے بصری

شام کا ایک مقام اور حوران کا مرکزی شہر ہے اس وقت یہ جزیرۃ العرب کے رومی مقبوضات کا دار

الحکومت تھا۔ اس شہر میں جرحیں نامی ایک راہب رہتا تھا، جو نحیر کے لقب سے معروف تھا۔ جب قافلے نے وہاں پڑاؤ ڈالا تو یہ راہب اپنے گرجا سے نکل کر قافلے کے اندر آیا اور اس کی میزبانی کی حالانکہ اس سے پہلے وہ کبھی نہیں نکلتا تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اوصاف سے پہچان لیا تھا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، یہ سید العالمین ہیں، اللہ انہیں رحمۃ العالمین بنا کر بھیجے گا۔ ابوطالب نے کہا، تجھ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا: ”تم لوگ جب گھاٹی کے اس جانب نمودار ہوئے تو کوئی بھی درخت یا پتھر ایسا نہیں تھا جو سجدہ کے لیے جھک نہ گیا ہو اور یہ چیزیں نبی کے علاوہ کسی اور انسان کو سجدہ نہیں کرتیں، پھر میں انہیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں جو کندھے کے نیچے کری (نرم ہڈی) کے پاس سیب کی طرح ہے اور ہم انہیں اپنی کتابوں میں بھی پاتے ہیں“ اس کے بعد نحیر راہب نے ابوطالب سے کہا کہ انہیں واپس کر دو ملک شام نہ لے جاؤ، کیونکہ یہود سے خطرہ ہے اس پر ابوطالب نے بعض غلاموں کی معیت میں آپ ﷺ کو مکہ واپس بھیج دیا۔

مختصر السیرۃ از شیخ عبد اللہ (ص ۱۶) وابن ہشام (۱۸۰-۱۸۳ تا) وزاد المعاد (۱۷-۱) وتلخیص الفہوم از ابن جوزی (ص ۷) اس کی سند حثیت مشکوک ہے۔

سنہرے موتی

ابوبکر اسماعیل (درجہ الرابع)

✽ نیک دوست اللہ کا تحفہ ہے۔

✽ تین چیزیں انسان کو تباہ کر دیتی ہیں۔

① حرص

② حسد

③ غم و غصہ

✽ جو برے آدمی پر رحم نہیں کرتا وہ اس سے بھی برا ہے۔

✽ اٹھو، جاگ اور جب تک منزل نہ پا لو چین سے نہ بیٹھو۔

✽ صورت بغیر سیرت کے ایک پھول ہے جس میں کانٹے زیادہ اور خوشبو بالکل نہ ہو۔



پہلی شرط: ایسا علم جو جہالت کے منافی ہو جو شخص اس کے معانی کو نہیں سمجھتا وہ اس کے مدلول سے بے بہرہ ہے۔

دوسری شرط: ایسا یقین جو شک کے منافی ہو کیونکہ بعض لوگ ”لا الہ الا اللہ“ کہتے تو ہیں لیکن اس کے معانی اور مدلول میں شک کرتے ہیں۔

تیسری شرط: ایسا اخلاص جو شرک کے منافی ہو کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے تمام اعمال کو اللہ کے لئے خالص نہیں کرے گا تو وہ مشرک ہوگا جو اخلاص کے منافی ہے۔

چوتھی شرط: ایسا سچ جو نفاق کے منافی ہو کیونکہ منافقین بھی ”لا الہ الا اللہ“ کہتے ہیں لیکن انکا اعتقاد قول کے مطابق نہیں ہے۔ لہذا انکا کہنا جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ یہ ظاہر باطن کے مخالف ہے۔

پانچویں شرط: ایسا قبول جو تردد کے منافی ہو کیونکہ ”لا الہ الا اللہ“ کے مفہوم کو بعض لوگ سمجھتے ہوئے کہتے تو ہیں لیکن اس کلمہ کی دعوت کو نہیں مانتے ان کا یہ انکار تکبر و حسد اور دوسرے بے شمار اسباب کی بنا پر ہوتا ہے جو قبول حق کو مانع ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اہل اخلاص سے دشمنی اور اہل شرک سے دوستی اور محبت کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔

چھٹی شرط: ایسی تابعداری جو شرک کے منافی ہو کیونکہ بعض لوگ ”لا الہ الا اللہ“ کے معنی و مفہوم کو سمجھتے تو ہیں لیکن اس کلمہ کے حق و لوازمات کو پورا کرنے میں فرمانبردار نہیں ہیں جیسے موحدین سے دوستی کرنا اور مشرکین سے دشمنی اور شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا ہونا۔

ساتویں شرط: ایسی محبت جو محبت کے منافی نہ ہو۔

کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ جہاں انسان کو دائرہ اسلام میں داخل کرتا ہے وہاں کئی اخروی فوائد بھی دیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ))

”جس شخص کو اس حالت میں موت آئی کہ وہ اس بات کی حقیقت کو جانتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی اور برحق الہ نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

ابو داؤد، الجناز، باب فی الثلقین (۳۱۱۶) وصحیح الجامع الصغیر (۶۴۷۹) والصحیحہ (۲۳۵۵)



سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ کے نزدیک دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

❁ ((قَطْرَةُ دُمُوعٍ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ))

”آئسوؤں کا وہ قطرہ جو خوف الہی میں گرے“

❁ ((قَطْرَةُ دَمٍ تُهْرَاقُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ))

”اور خون کا وہ قطرہ جو راہ الہی (جہاد) میں گرے“

اور دو نشان یہ ہیں:

❁ ((فَأَثَرُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ))

”وہ نشان جو میدان جہاد میں لگے“

❁ ((وَآثَرٌ فِي فَرِيضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ اللَّهِ))

”اور وہ نشان جو فرائض الہی ادا کرتے وقت پڑے“

(ترمذی، فضائل الجہاد، باب ما جاء فی فضل المرباط (۱۶۶۹) حسن عند الالبانی)

سلمان سلیمان سلفی

فاضل جامعہ ہذا

لکھ رہا ہے انسان کتاب اپنی



جو بھی انسان اس دنیائے فانی میں قدم رکھتا ہے وہ دو دعوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے ایک عدم سے آیا اور دوسرے عدم کی جانب وہ سفر کر رہا ہوتا ہے اور دوسرے عدم کی طرف سفر وہ ایک دفتر اور قلم لے کر کرتا ہے اگرچہ انسان ان دونوں سے لاعلم ہوتا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ انسان لاشعوری طور پر اپنے قلم کو استعمال میں لاتے ہوئے اسکی سیاہی کو اپنے ہر دفتر کو ہر ورق پر انڈھیلتا ہوا اسکی ہر سطر کو لکھتا چلا جاتا ہے اور ہر آنے والی صبح وہ ایک نیا ورق شروع کرتا ہے اور جوں جوں انسان زندگی گزارتا چلا جاتا ہے اس کے لکھے ہوئے اوراق بڑھتے چلے جاتے ہیں اور باقی ماندہ صاف اوراق کم ہوتے جاتے ہیں۔

آپ حیران ہونگے کہ دنیا میں قدم رکھنے والا ہر انسان ضروری تو نہیں کہ وہ لکھنا جانتا ہو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لکھ سکے؟ مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ اپنی زندگی میں لاشعوری طور پر لکھتا ہے حتیٰ کہ زندگی کے اختتام تک وہ ایک کتاب کا مصنف بن جاتا ہے۔

اگرچہ ہے کم فہم و کم ذکا

لکھ رہا ہے کتاب اپنی انسان

لیکن افسوس کبھی انسان نے یہ غور کرنیکی زحمت گوارہ نہیں کی کہ وہ اپنی کتاب میں کیا درج کر رہا ہے؟ روزانہ اس میں کیا لکھ کر اس کا صفحہ الٹ رہا ہے اور دوسرے ہی پل ایک نیا ورق لکھنے کے لیے تیار بیٹھا ہے، کیا انسان نے یہ کبھی غور کیا ہے کہ میں جو کتاب ترتیب دے رہا ہوں وہ ایک ایسے نایاب پرلے میں تیار ہو رہی ہے جس نے ایک نقطے کو بھی نہیں چھوڑنا اور انسان اپنی ساری قوتوں کے ساتھ لگا ہوا ہے اور اپنے شعور سے بے پرواہ ہو کر وہ سب کچھ لکھتا چلا جا رہا ہے جو وہ سوچتا ہے، سنتا ہے، دیکھتا ہے، کرتا ہے اور کرواتا ہے اس کتاب میں صرف

وہی کچھ لکھا جا رہا ہے جس کا تعلق صرف خود انسان کی اپنی ذات سے ہے کسی دوسرے انسان کا اسکی کتاب زندگی میں کوئی دخل نہیں ہے۔

اور ہرگز کسی اور کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کی کتاب میں ایک نقطہ بھی بڑھا سکے یا کم کر سکے اس کتاب کا مصنف بھی انسان خود ہے اور اسکی تخریج اور ترکیب کرنے والا بھی وہ اکیلا خود صرف اپنی ہی کوشش و کوش سے اسے ترتیب کے مراحل سے گزار رہا ہے۔ ذرا اس بات کا موازنہ کرنا چاہیے کہ دنیا میں انسان کے ہاتھ سے کوئی چیز لکھی جا رہی ہو تو وہ کتنی محنت کرتا ہے کتنے عمیق ذہن کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کو بار بار دیکھتا ہے تاکہ اس کی اشاعت کے بعد کسی کو اس میں کوئی غلطی کوئی کوتاہی نظر نہ آئے مگر ذرا غور کریں کبھی انسان نے اس کتاب کے بارے میں سوچا ہے کبھی اس پر توجہ دی ہے کہ کل زندگی کے ختم ہونے پر جب ہمیشہ کی زندگی شروع ہوگی تو یہی کتاب میرے سامنے ہوگی۔ قرآن کہتا ہے۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا﴾ (یسین ۳۶-۱۲)

”ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم وہ سب کچھ لکھتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا ہے“ انسان کی یہ کتاب اس کے پاس ہوگی اور اللہ جبار قہار فرمائے گا ﴿اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا﴾ اپنی کتاب پڑھ تیرا خود کے بارے میں خود حساب کرنا ہی کافی ہے“ (الاسراء ۷۷-۱۴) اگر تو انسان نے خوبصورت اعمال کی سیاہی سے لکھا ہوگا تو خوشی سے پھولانہ سمائے گا ورنہ اس وقت کی ندامت بھی کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

اچھے اعمال کی صورت لکھنے والے کو اس کی کتاب زندگی دائیں ہاتھ میں دی جائے گی تو اس وقت اس کی خوشیوں کی حالت یوں ہوگی قرآن بیان کرتا ہے: ”تو جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (دوسروں سے) کہے گا کہ لو میرا نامہ اعمال پڑھ لو مجھے یقین تھا کہ مجھ کو میرا حساب ضرور ملے گا پس وہ شخص من مانے عیش میں ہوگا اونچے محلوں کے باغ میں جن کے میوے جھکے ہوئے ہونگے (اور کہا جائے گا) جو تم ایام گذشتہ میں آگے بھیج چکے

(الحاقہ ۶۹-۹ تا ۲۴)

ہوا سکے صلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو“

اور جس انسان نے ہر موڑ پر اس کتاب کو لکھنے میں لا پرواہی برتی صرف اپنی نفسانی خواہشات کو مد نظر رکھا اور برے اعمال کے ساتھ کتاب زندگی کو ترتیب دیا اس کو اس کی کتاب بائیں ہاتھ میں تھام دی جائے گی اور اس وقت اس انسان کی ذہنی حالت و کیفیت کیا ہوگی؟ قرآن جیسی لاریب کتاب بول کر کہتی ہے۔

”اور جس کا نامہ اعمال اسکے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا اے کاش مجھ کو میرا نامہ اعمال نہ دیا جاتا اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش موت میرا کام تمام کر چکی ہوتی، آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میری سلطنت خاک میں مل گئی (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو اور طوق پہنا دو پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دو پھر زنجیر سے جس کی ناپ ستر گز ہے جکڑ دو“

(الحاقہ ۶۹-۲۵ تا ۳۲)

یہ روتا چلاتا ہوگا اور کہتا ہوگا کاش مجھے میرے اپنے اعمال کی صورت میں لکھی ہوئی کتاب مجھے نہ ملتی۔ اس کتاب کی ترتیب کیا ہوگی جسے انسان اپنے اعمال کی صورت میں مزین کریگا اس کے ایک ایک پر ت کو اپنے اعمال کی سیاہی سے بھرے گا اور اس کی سطروں کو اپنے عمل سے روشن یا سیاہ کرے گا اس کی ترتیب یہ ہوگی کہ اس انسان نے خود اپنی ذات سے کیا سلوک کیا؟ اپنے پیدا کرنے والے خالق کے حقوق کا لحاظ رکھا یا شرک جیسے ظلم عظیم کو اس میں شامل کر دیا، اپنے رہبر کامل محمد رسول اللہ ﷺ کے حقوق سے اپنے آپ کو آگاہ کیا یا کہ اپنی نفسانی خواہشات کو مد نظر رکھتے ہوئے انہیں پس پشت ڈال دیا، اپنے والدین جنہوں نے ہر مشقت اٹھا کر اسکی ضروریات کا خیال رکھا ان کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھا کہ نافرمانیوں کے سیلاب میں ان کو بہادیا اور باقی عام لوگوں سے حسن معاشرت سے پیش آیا یا ہوس کا پجاری بن کر اپنے آپ کو فائدہ پہنچایا اور دوسروں کو ظلم و ستم کے اندھیرے طوفانوں کے سپرد کر دیا انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ جب اس کی کتاب زندگی پیش ہوگی تو عام سے عام آدمی کے حقوق

کے بارے میں سخت جانچ پڑتال ہوگی اور باقی حقوق کو بھی مد نظر رکھیے...! کیا ان میں کمی ہو سکتی ہے؟ ناممکن بات ہے۔

اس کتاب میں آپ کی ان نیکیوں اور بدیوں کا ذکر ہوگا جو آپ نے خود کی ہوگی ان کی ذمہ داری آپ پر ہوگی برائی کے مرتکب کو تو سزا ملے گی مگر آپ کو ان سب کی سزا کے برابر سزا دی جائیگی کیونکہ آپ اس برائی کا محرک بنے ہیں، آپ سے یہ برائی پروان چڑھی ہے، انسان نے خود اپنے قول و عمل سے اسے جہنم دے کر اپنے دوستوں اور باقی لوگوں تک اس کو منتقل کیا ہے، بالکل اسی طرح کوئی نیکی آپ سے پروان چڑھی ہوگی اور آپ کی دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی اس کو اپنایا ہوگا تو ان سب کے ثواب کے برابر آپ کو بھی اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’جس شخص نے لوگوں کو نیکی کی طرف بلایا تو ایسے شخص کو تمام لوگوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا جو اس نیکی پر عمل کریگا اور اس سے نیکی کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کمی واقع نہ ہوگی اور جس شخص نے کسی کو برائی کی طرف دعوت دی تو اس آدمی کو ان تمام لوگوں کے برابر سزا دی جائے گی جو اس برائی میں مبتلا ہو گئے اور اس سے برائی کرنے والوں کی سزا میں کچھ کمی نہیں ہوگی۔‘ مسلم، الامارۃ، (۱۳۳) (۱۰۱۷)

اس حدیث میں ’ہدی‘ کا لفظ عام ہے لفظ ’من‘ کی طرح کہ جو بھی کوئی عمل کرے عام ہو یا خاص۔

اس حدیث سے ایک مومن مسلمان کے لیے یہ سبق ہے کہ وہ ہر وقت چوکنا رہے اور غفلت کی زندگی نہ گزارے، اپنی بات چیت، اخلاق و اعمال اور اپنی مصروفیات پر عمیقانہ نگاہ رکھے اور ہر وقت یہ سوچتا رہے اور جانچتا رہے کہ اس کی ذات سے کیا پھیل رہا ہے اور اس کی کتاب زندگی جو اس کی لاشعوری میں لکھی جا رہی ہے یہ عام لوگوں کو اور اس کے چاہنے والوں کو کیا سبق دے رہی ہے اور اسے دیکھ کر لوگ برائیوں اور گناہوں کی طرف لپک رہے ہیں یا اپنے آپ کو نیکی

کا خوگر بنا رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روشنی میں اگر کوئی ایک برائی بھی خدا نخواستہ کسی انسان کی وجہ سے پھیلی تو اس کی سزا بڑھتے بڑھتے اتنی ہو سکتی ہے کہ جس سے اس کا نامہ اعمال سیاہ ہو جائے۔

اور اگر کسی انسان کے سبب ایک نیکی ہی پروان چڑھی ہو تو اس کا نامہ انعام بڑھتے بڑھتے اتنا ہو سکتا ہے کہ جس سے اس کا نامہ اعمال سارے کا سارا روشن ہو جائے۔ ایک مومن انسان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس سے اگر معاشرہ والے کچھ حاصل کریں تو وہ نیک کام ہو۔ اے قاری! اب اگر تیری بھی یہی خواہش ہے کہ تجھے دیکھ کر لوگ نیکیوں کی مثال بنائیں تو یہ سب اس وقت ممکن ہو گا جب تمہیں دیکھ کر لوگوں میں بے اختیار نیکی کی ٹرپ پیدا ہو اور بھلائی کا شوق ابھرے اگر اس طرح ہو گا تو آپ کی کتاب زندگی خدا تعالیٰ کی نظر میں آپ کے دائیں ہاتھ کے لائق ہوگی اور آپ خوشیوں اور سلامتی کے گھر ہوں گے۔

اور اگر آپ کی کتاب زندگی بائیں ہاتھ میں تھما دی گئی تو ہمیشہ کی چیخ و پکار تمہارا مقدر بن جائے گی۔ اب ایک انسان کو سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ وہ شب و روز کی دوڑ دھوپ سے جو کتاب لکھ رہا ہے کس آرزو کے ساتھ تکمیل مراحل سے گزار رہا ہے اور اس آرزو میں کتنا مخلص ہے۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
زمین ہے مکان کن مکان زندگی

کون کہتا ہے میرے اسلاف کا خون جگر

اس گلشن کی خاک میں مل کر ہوا بے نشان

کون کہتا ہے میری محفل کی رونق کا لہو.....!

ان رقیبوں کی سازشوں نے کر دیا ہے رائیگاں

اعجاز صدیقی (درجہ رابعہ)

زکریا سہیل
(ابھڑی، لاہور، پنجاب)

میری مادرِ علمی

2003ء کی بات ہے موسم اپنی رت بدلنے والا تھا اور میری زندگی بھی ایک نیا رخ لے رہی تھی جب میں انسانیت کا احترام اور دین اسلام کی واقفیت حاصل کرنے کے لیے جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) میں آیا، پردیسی اور اجنبی کے اثرات میرے چہرے پر دیکھے جاسکتے تھے دن کا آغاز ہو چکا تھا دفتری امور سے فارغ ہونے کے بعد مجھے بھی اپنی کلاس کا رخ کروا دیا گیا اپنے عزیز واقارب کو الوداع کہتے وقت میرے ذہن میں تھا کہ اب تجھے ماں کی میٹھی مسکراہٹ۔ باپ کی شفقت، بھائیوں کی ادائیں، اور بہنوں کی دعائیں کہاں سے ملیں گی۔؟ لیکن مجھے مادرِ علمی کی دعاؤں کی جھاڑ اور حوصلہ کی دیوار نے یوں گھیر لیا کہ میں جلد ہی اپنے گھر والوں کی راہنمائی میں اپنے معیارِ زندگی کو بہتر بنانے لگا، اور اب تو الوداع ہونے کے قریب ہوں۔ تمام اساتذہ گرامی قدر نہایت شفقت، پیار و محبت سے اس طرح اسباق پڑھاتے ہیں کہ ہر بات دل میں اترتی جاتی ہے۔

کوئی لاکھ انکار کرتا ہوا نکا مگر یہ حقیقت زمانے نے مانی

کوئی جیتا ہے لاٹھی کے بل پر مگر یہ دلوں پہ کرتے ہیں حکمرانی

بسا اوقات انسان کو اپنے احساسات، جذبات، تصورات و تخیلات یا کسی سوچ اور کیفیت کو بیان کرنے کے لیے لفظوں کا قحط پڑ جاتا ہے۔ زبان پر بیان کا کوئی جملہ پورا اترتا ہی نہیں جو فکر و احساس کے سارے قرینوں کا ترجمان ہو اور معنی و مفہوم کی ساری پرتیں کھول کر رکھ

دے۔

ایسا کیا ہوا کہ تیرے دل میں سما بھی نہ سکے

عمر بھر لفظ پننے اور کچھ بتا بھی نہ سکے

جب کئی مشکلات کے بعد جامعہ ہذا کی سنگ بنیاد رکھنے کا وقت آیا تو محترم فضل الحق صاحب کی قیادت میں ایک قافلہ اسلام آباد ریاض الخطیب سفیر سعودی عرب کے پاس پہنچا انہوں نے تعاون کے سلسلے میں آنے والے سمجھ کر ملاقات کا وقت نہ دیا جبکہ احباب نے پیغام بھیجا کہ ہم آپ کے پاس مسجد مکرم کی سنگ بنیاد کی تقریب اول میں شمولیت کا وقت لینے آئے ہیں اور صرف اس لیے کہ تمہارا تعلق نبی ﷺ کے شہر مدینہ سے ہے ریاض الخطیب نے فوراً وقت دیا اور خود تقریب میں شرکت کی یہ 26 دسمبر 1975ء بمطابق 22 ذوالحجہ 1395ھ کی بات ہے یہ جمعہ کا دن تھا افتتاحی خطبہ جمعہ المبارک مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ نے پڑھایا بعد از جامعہ ہذا کے بالمقابل جامعہ ہائی سکول میں شاندار تقریب ہوئی جس میں ریاض الخطیب نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے الحمد للہ قافلے کے عمل کو سراہا اور ہر طرح کی پیش کش بھی کی لیکن جماعت کے ساتھیوں (مثلاً محترم اسماعیل ضیاء، محترم حکیم محمود سلفی، محترم ماسٹر اللہ بخش، محترم میاں افضل، محترم حاجی غلام قادر اور محترم محمد یوسف) وغیرہ نے کہا کہ آپ کو بلانے کا ہمارا مقصد مفاد پرستی نہیں تھا۔

اگرچہ جامعہ ہذا اپنی تاریخ میں بہت سی اندرونی اور بیرونی مشکلات سے گزرتا رہا تاہم مسلسل ترقی و ارتقاء کی منازل کو طے کرتا آ رہا ہے۔

جامعہ ہذا کو یہ سعادت بھی نصیب ہے کہ بہت سی نامور شخصیات اپنی علمی استعداد کے ساتھ جامعہ ہذا کی سر زمین کو سیراب کرتی رہیں۔ مثلاً شیخ الحدیث مولانا الیاس اثری رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا خواجہ قاسم رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا امین محمدی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا رفیق سلفی رحمہ اللہ، مولانا احسان الحق شہباز رحمہ اللہ، مولانا عبد الوارث ظہیر رحمہ اللہ، مولانا سلیمان خان رحمہ اللہ، مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ، مولانا عبد الرحیم رحمہ اللہ، مولانا خواجہ عدنان رحمہ اللہ، مولانا محمد یحییٰ شاہین رحمہ اللہ، مولانا عبد السمیع عاصم رحمہ اللہ، مولانا شہباز احمد سلفی رحمہ اللہ، استاد القراء قاری محمد اسلم رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث مولانا قاری سعید کلروی رحمہ اللہ۔

اساتذہ کرام ادارے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں الحمد للہ جامعہ ہذا میں اب بھی تمام علوم و فنون میں رسوخ رکھنے والے اور محنتی اساتذہ موجود ہیں جو غلبہ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

شعبہ علوم اسلامیہ (درس نظامی) میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے اساتذہ کرام

☆ الشیخ عبدالوحید ساجد رحمۃ اللہ علیہ ☆ مولانا عبدالسلام زاہد رحمۃ اللہ علیہ

☆ مولانا ذوالفقار احمد ذکی رحمۃ اللہ علیہ ☆ مولانا رحمت اللہ شاکر رحمۃ اللہ علیہ

☆ مولانا ابو محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ ☆ مولانا عثمان اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ

☆ مولانا مجیب الرحمن سیاف رحمۃ اللہ علیہ ☆ مولانا محمد عظیم حاصلپوری رحمۃ اللہ علیہ

شعبہ تجوید القرآن میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے اساتذہ کرام

☆ قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

☆ قاری ابوبکر المنشاوی رحمۃ اللہ علیہ

شعبہ تحفیز القرآن میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے اساتذہ کرام

☆ قاری احسان اللہ اولکھ رحمۃ اللہ علیہ ☆ قاری عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

☆ قاری شفیق الرحمن رحمۃ اللہ علیہ ☆ قاری تنویر احمد رحمۃ اللہ علیہ

☆ قاری عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ ☆ قاری اللہ دتہ رحمۃ اللہ علیہ

نیز جامعہ ہذا میں مقامی طلباء کے لیے شعبہ ناظرۃ القرآن بھی قائم کیا گیا ہے جس کی کلاس صبح نماز فجر اور شام نماز مغرب کے بعد لگائی جاتی ہے۔ جس میں تدریسی خدمات مولانا قاری یعقوب رحمۃ اللہ علیہ سرانجام دے رہے ہیں۔

جامعہ کی خصوصیات

☆ بہترین نصاب ☆ بلند معیار تعلیم ☆ مشفق اور محنتی اساتذہ کی نگرانی میں اعلیٰ تربیت کا خصوصی اہتمام ☆ طلبہ کی کردار سازی اور بہترین علمی و عملی ماحول ☆ بیسوں موضوعات

المکرم پر مشتمل وسیع اور کشادہ لائبریری ☆ اچھی کارکردگی کے حامل طلبہ کے لیے حوصلہ افزائی کے انعامات۔ علاوہ ازیں شہر گوجرانوالہ کی سرزمین میں طول و عرض کے اعتبار سے وسیع و عریض مسجد مسجد مکرم بھی اسی جامعہ میں موجود ہے جس میں آجکل سلفی خاندان کے چشم و چراغ ہر ولعزیز آواز خوش الحان مولانا حافظ اسعد محمود سلفی رحمۃ اللہ علیہ خطبۃ الجمعہ پڑھا رہے ہیں۔

اس موقع پر میں اپنے مادر علمی کی انتظامیہ اور چوہدری محمد بشیر صاحب ایڈووکیٹ مہتمم جامعہ ہذا کو بھی خراج تحسین پیش کروں گا۔ کہ جو اللہ کی توفیق سے جامعہ ہذا کے پانچ سو کے لگ بھگ طلباء کے قیام و طعام کا انتظام احسن انداز سے کئے ہوئے ہیں اللہ انکے مال و جان میں برکت عطاء فرمائے اور درجہ قبولیت سے نوازے۔

ایسا مزہ

محمد عاطف ہزاروی (درجہ رابع)

- شہادت ایک ایسی چاشنی ہے جس کی تمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔
- شہادت ایک ایسا کھیل ہے جس میں جان کی بازی لگانا پڑتی ہے۔
- شہادت ایک ایسا چراغ ہے جو صرف خون سے جلتا ہے۔
- شہادت ایک ایسی روشنی ہے جو صرف پروانوں کو ملتی ہے۔
- شہادت ایک ایسا راستہ ہے جو سیدھا جنت جاتا ہے۔
- شہادت ایک ایسا پرندہ ہے جو جہاد کے میدان میں اڑتا ہے اسکو پکڑنے کے لیے خون کا جال لگانا پڑتا ہے۔

- شہادت ایک ایسا پودا ہے جیسے صرف خون کا پانی دیا جاسکتا ہے۔
- شہادت ایک ایسا نور ہے جس میں اللہ کی زیارت ہوتی ہے۔
- شہادت ایک ایسا مزہ ہے جسے پانے کی انسان جنت میں بھی تمنا کرے گا۔





اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مخاطب کر کے چند پیغامات دیئے ہیں تاکہ اس کے بندے اسکی بندگی میں زندگی گزار کر اسے راضی کر کے اس کی تیار کردہ جنت کے مہمان اور وارث بن جائیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾

”اور جب سوال کریں تم سے میرے بندے میرے متعلق تو یقیناً میں قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو جب بھی وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔ اسلئے چاہئے کہ وہ بھی قبول کریں میرے حکم کو اور ایمان لائیں مجھ پر تاکہ وہ ہدایت والے بنیں۔“

سورة البقرہ (۲-۱۸۶)

﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةً فَإِيَّايَ فَاعْبُدُون﴾

”اے میرے بندوں جو ایمان لائے ہو بیشک میری زمین بہت وسیع ہے پس میری ہی عبادت کرو۔“

سورة العنکبوت (۲۹-۵۶)

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ

سورة الزمر (۳۹-۵۳)

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

”کہہ دے میرے ان بندوں کو جنہوں نے اسراف کیا اپنی جانوں پر تم نا امید نہ ہو اللہ کی رحمت سے بیشک اللہ معاف کر دیتا ہے سارے گناہ بیشک وہ غفور و رحیم ہے۔“

﴿قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ

وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٦٨﴾

”کہہ دے میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے تم اپنے رب سے ڈرو۔ ان لوگوں کیلئے جو اچھائی کرتے ہیں اس دنیا میں اچھا ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے سوائے اسکے نہیں کہ پورا دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو انکا اجر بغیر حساب و کتاب کے۔“

﴿يَا عِبَادِ لَا خَوْفَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنتُمْ تَحْزَنُونَ﴾ سورة الزحرف (۶۸-۴۳)

”اے میرے بندوں نہیں ہے خوف تم پر آج کے دن اور نہ تم غمگین ہونگے۔“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اس چیز کے بارے میں جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

((يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا))

”اے میرے بندوں بیشک میں نے حرام کر دیا ہے ظلم کو اپنے اوپر اور میں نے بنایا ہے اسکو تمہارے درمیان بھی حرام پس تم آپس میں ظلم مت کرو“

((يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ))

”اے میرے بندوں تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے مگر جسکو میں ہدایت دوں پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا“

((يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعَمُونِي أَطْعِمْكُمْ))

”اے میرے بندوں! تم میں سے ہر کوئی بھوکا ہے مگر جس کو میں کھلا دوں، تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھانا کھلا دوں گا۔“

((يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسِكُمْ))

”اے میرے بندوں! تم میں سے ہر کوئی برہنہ ہے مگر جس کو میں پہنا دوں، پس تم مجھ سے پہننا طلب کرو، میں تمہیں پہناؤں گا۔“

((يَا عِبَادِي أَنْتُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَعْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي))

أَغْفِرْ لَكُمْ))

”اے میرے بندوں...! بے شک تم گناہ کرتے ہو دن اور رات کو اور میں گناہوں کو معاف کرتا ہوں، سارے کے سارے تم مجھ سے بخشش طلب کرو، میں تمہیں معاف کر دوں گا۔“

((يَا عِبَادِي أَنْتُمْ لَنْ تَبْلُغُوا صَرِي فَتَضُرُّوْنِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُوْنِي))

”اے میرے بندوں تم ہرگز نہیں میرا نقصان کر سکتے اور نہ ہی میرا نفع کر سکتے ہو۔“

((يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَأَنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ كَانُوا عَلَى أَتَقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا))

”اے میرے بندوں...! اگر بے شک تمہارے پہلے جو گزر چکے ہیں اور تمہارے بعد جو آنے والے ہیں انسان اور جن تمام ایک نیک آدمی کے دل پر جمع ہو جائیں، نہیں وہ زیادہ کر سکتے میری بادشاہت میں کچھ بھی“

((يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَأَنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ كَانُوا عَلَى أَفَجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا))

”اے میرے بندوں...! اگر بے شک تمہارے پہلے جو گزر چکے ہیں اور تمہارے بعد جو آنے والے ہیں انسان اور جن تمام ایک فاجر آدمی کے دل پر جمع ہو جائیں، نہیں وہ کم کر سکتے میری بادشاہت میں کچھ بھی“

((يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَأَنْسَكُمْ وَجَنَّتُمْ فَأَمَوْنِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمَخِيْطُ إِذَا أُذْخِلَ الْبَحْرُ))

”اے میرے بندوں...! اگر بے شک تمہارے پہلے جو گزر چکے ہیں اور تمہارے بعد جو آنے والے ہیں انسان اور جن تمام ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں، پس وہ مجھ سے سوال کریں

پس میں دے دوں ہر انسان کو اس کے سوال کے برابر، نہیں کم کرتے یہ تمام جو میرے پاس ہے، مگر جس طرح کم کرتی ہے سوئی جب اس کو سمندر میں داخل کیا جائے۔“
 ((يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أَحْصَيْهَا لَكُمْ ثُمَّ أَوْفَيْكُمْ أَيَّهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمِدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ))

”اے میرے بندوں یہ تمہارے اعمال ہیں شمار کیے ہیں تمہارے لیے پھر پورا پورا دیا جائے گا تم کو ان کا اجر پس جو پائے خبر اللہ کی تعریف کرے پس جو پائے اسکے علاوہ پس نہ وہ ملامت کرے مگر اپنے نفس کو“ صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الظلم (۶۵۷۲)

اقوال زریں رضوان معین (درجہ ثانیہ)

❁ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔

❁ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

❁ دوست ہزار بھی کم اور دشمن ایک بھی زیادہ ہے۔

❁ کم بولنا عقل مندی ہے۔

❁ صبح سویرے اٹھنا خیر و برکت کا باعث ہے۔

❁ برائی کا بدلہ اچھائی کی صورت میں دیا کرو۔



افکار کے کچھ نئے دیپ جلا کر

ہر زین کو وابستہ تنویر کریں گے

آواز ہماری دہی ہے نہ دبے گی

خاموش زبانوں سے تقریر کریں گے

محمد عدنان (کلاس قاری عبدالسلام صاحب)

قاری دلاور ساقی

معزز کون...؟

(درجہ سادہ)

ایک مجلس لگی ہوئی تھی دربار رسالت سجا ہوا تھا کسی نے اٹھ کر سوال کر دیا۔
اے اللہ کے رسول ﷺ:

((مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ؟ قَالَ ((أَتْقَاهُمْ))

”لوگوں میں سے زیادہ معزز کون ہے..؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو ان میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے“۔ لوگوں نے کہا ہم یہ عام بات نہیں پوچھتے، فرمایا: پھر سب سے زیادہ معزز، بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے نبی زادے تھے، دادا بھی نبی تھے پردادا تو خلیل اللہ تھے۔ انھوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے، فرمایا: پھر عرب کے بارے میں پوچھتے ہو؟ سنو..! ان کے جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں ممتاز تھے وہی اب اسلام میں بھی معزز ہیں جبکہ وہ علم دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔

صحیح بخاری، التفسیر، تفسیر سورة یوسف (۱۹) و مسلم (۲۲۷۸)

حضرت آدم علیہ السلام جو مٹی سے پیدا ہوئے انکی طرف نسبت میں تو کل جہاں کے آدمی ہم مرتبہ ہیں کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں نہ کسی عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر نہ گورے کو کالے پر اور نہ ہی کسی ذات پات اور حسب و نسب کی وجہ سے بلکہ اللہ کے ہاں تو فضیلت تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ سورة الحجرات (۴۹-۱۳)

”بے شک اللہ کے ہاں تم سب میں معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو“

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے یہی وصیت کی تھی اے ابو ذر رضی اللہ عنہ! خیال رکھ کہ تو کسی سرخ و سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہاں تقویٰ میں بڑھ جائے تو تو معزز اور فضیلت

والا ہے۔

مسند احمد (۵-۱۵۸) یہ روایت سند اکمزور ہے مگر شواہد کی وجہ سے صحیح ہے۔ مسند بزار (۴۴-۲۰)
اللہ تعالیٰ انسان کی شکل و صورت کو نہیں دیکھتا بلکہ انسان کے دل کو دیکھتا ہے (اگر دل متقی،
پرہیزگار، خوفِ الہی لئے ہوئے ہے تو معزز ہے ورنہ نہیں)

صحیح مسلم، البر والصلة (۴-۲۵۶)

معلوم ہوا معزز وہی ہے جو متقی ہے جس کے دل میں اللہ کا خوف، اللہ کا ڈر، گناہوں سے نفرت
اور نیکی سے محبت ہے اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے تمام عبادات کا مقصد بھی
قرآن مجید میں تقویٰ ہی بیان کیا ہے اسکی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
لفظ تقویٰ کو قرآن مجید میں (۲۵۸) مرتبہ ذکر کیا ہے اور پھر متقی انسان کے لیے دائمی جنتوں کے
انعامات دینے کا اعلان بھی سنایا ہے معزز بننے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی تقویٰ کے معنی کو سمجھ
لے، وہ یہ ہے۔

خَلَّ الذُّنُوبَ صَغِيرَهَا وَكَبِيرَهَا ذَاكَ التَّقَى.....!
وَاصْنَعْ كَمَا شِ فَوْقَ...! أَرْضِ الشُّوْكَ يَحْذَرُ مَا يَرَى
لَا تَحْقِرَنَّ صَغِيرَةً....! إِنَّ الْجِبَالَ مِنَ الْحَصَى...!
”ہر چھوٹے بڑے گناہ کو چھوڑ دو، یہی تقویٰ ہے“

”اور دنیا سے ایسے بچ کر چل جیسے کانٹوں والی راہ پر چلنے والا کانٹوں سے بچ کر چلتا ہے“
”اور کسی بھی چھوٹے گناہ کو معمولی مت سمجھنا، چھوٹی چھوٹی کنکریاں مل کر ہی پہاڑ بن جاتے ہیں“

ولایت، بادشاہی، علم اشیا کی جہاں گیری
یہ سب کیا ہے، فقط ایک نقطہ ایمان کی تفسیریں
براہمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے.....!
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں سعید الرحمن سلفی (درجہ ثالثہ)



سیرت النبی ﷺ

☼ آپ ﷺ کا نام محمد اور احمد ہے۔

☼ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول عام الفیل بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۰ء بروز پیر کو ہوئی۔

☼ آپ ﷺ کے والد کا نام عبد اللہ، دادا کا نام عبد المطلب اور نانا وہب بن عبد مناف تھا۔

☼ آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ، نانی برة اور دادی سلمیٰ تھی۔

☼ رسول اکرم ﷺ کو ۹ ربیع الاول ۴۱ میلاد نبوی بمطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز پیر کو نبوت ملی۔

☼ حبشہ کی طرف سب سے پہلے ۱۲ مردوں اور ۴ عورتوں نے ہجرت کی۔

☼ آپ ﷺ غالباً ۲۷ رجب المرجب ۱۰ نبوت بمطابق ۸ مارچ ۶۲۰ء کو معراج پر گئے۔

☼ آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کی تکلیفوں سے تنگ آ کر ۲ صفر المظفر ۱۳ نبوت بمطابق

۱۲ ستمبر ۶۲۲ء بروز جمعرات کو مدینہ منورہ کی طرف، جبکہ پہلا نام بیثرب تھا، ہجرت کی۔

☼ آپ ﷺ ۱۲ ربیع الاول ۱ھ بمطابق ۲۷ ستمبر ۶۲۲ء بروز جمعہ کو مدینہ پہنچے۔

☼ بیت اللہ کو شعبان المعظم ۲ھ بمطابق ۶۲۴ء میں قبلہ بنایا گیا۔

☼ غزوہ بدر ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ بمطابق ۸ مارچ ۶۲۴ء کو ہوا۔

☼ غزوہ احد ۶ شوال المکرم ۳ھ بمطابق ۲۶ جنوری ۶۲۵ء کو ہوا۔

☼ غزوہ خندق شوال المکرم ۵ھ بمطابق ۲ مارچ ۶۲۷ء کو ہوا۔

☼ غزوہ خیبر محرم الحرام ۷ھ کو ہوا۔

☼ غزوہ فتح مکہ رمضان المبارک ۸ھ بمطابق جنوری ۶۳۰ء کو ہوا۔

☼ غزوہ حنین شوال المکرم ۸ھ بمطابق ۶۳۰ء کو ہوا۔

☼ غزوہ تبوک رجب المرجب ۹ھ بمطابق ۶۳۰ء کو ہوا۔

☼ رسول اکرم ﷺ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بمطابق ۷ جون ۶۳۲ء بروز پیر ۶۳ سال ۴ دن کی عمر میں وفات

پائی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حافظ قرآن کو نصیحت وقار چیمہ (کلاس قاری عبدالسلام صاحب)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں حافظ قرآن کے لائق یہ ہے کہ جب لوگ کھاپی رہے ہوں یہ روزہ دار ہو، جب لوگ ہنس رہے ہوں یہ فکر میں ہو، جب لوگ باہمی الجھ رہے ہوں، یہ خاموش ہو، جب لوگ غرور کر رہے ہوں، یہ خشوع میں ہو، حافظ قرآن کے لائق یہ بھی ہے کہ وہ رونے والا اور غمزہ ہو۔ بردبار اور خاموش طبیعت ہو۔ حافظ قرآن میں یہ خوبی بھی ہو کہ وہ بد اخلاق نہ ہو، غافل نہ ہو، نہ شور کرے نہ چلاے، نہ سخت مزاج ہو، نہ دھتکارنے والا ہو۔

(حلیہ ۱۳۰۱، صفحہ ۴۱۲-۴۱۳)

✽ چار چیزیں ✽ (درجہ سابعہ)

- ✽ چار چیزوں کے ماننے سے چار چیزوں کا انکار لازم آتا ہے۔
- ✽ نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب ماننے سے وحی کا انکار لازم آتا ہے۔
- ✽ نبی مکرم ﷺ کا حاضر و ناظر ماننے سے ہجرت و معراج کا انکار لازم آتا ہے۔
- ✽ آپ ﷺ کو مشکل کش ماننے سے شفاعت کا انکار لازم آتا ہے۔
- ✽ بدعات پر عمل کرنے سے دین اسلام کے مکمل ہونے کا انکار لازم آتا ہے۔

اخوت

ثاقب نذیر (درجہ ثانیہ)

اخوت کا لفظ ”اُخ“ سے مشتق ہے اس کے لغوی معنی بھائی چارے کے ہیں لفظ ”مواخات“ بھی اخ سے اخذ کیا گیا ہے ”اخ“ کی جمع ”اخوان“ اور ”اخوانۃ“ ہے۔

اخوت اسلامی کی اساس

اخوت اسلامی کی بنیاد کلمہ طیبہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہے ایک شخص جو نبی کلمہ طیبہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے وہ اخوت اسلامی کے رشتے میں منسلک ہو جاتا ہے رنگ

و نسل، خاندان اور قبیلے کی قید کا اس رشتے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اخوت کی مذکورہ اساس ہی نہایت مختصر عرصے میں عرب کے گنوار معاشرے کی کایا پلٹ دی۔ صدیوں کے جانی دشمن باہم شیر و شکر ہو کر اخوت اسلامی کے اولین پیامبر بن گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ﴾

”سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں“ سورة الحجرات (۱۰۴-۹۰)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا غمگسار اور مونس و ہمدرد بنا دیا۔ باہمی افتراق کی بجائے اتحاد یقیناً ایک بہت بڑی نعمت ہے اسی نعمت کی یاد دہانی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
﴿وَ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَالَفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا﴾
سورہ آل عمران (۱۰۳-۳)

”اور اپنے اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم باہم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے“

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

رزم حق و باطل ہو تو فولا دے مومن

اخوت سے متعلق نبی کریم ﷺ کے زریں اقوال مسلمانوں کے لیے ایک معاشرتی دستور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، نہ اسے حقیر جانتا ہے“

صحیح بخاری، المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ (۲۴۴۲) واحمد (۹۱-۲)

خصوصیتِ رسول ﷺ

اسامہ زہد (درجہ اولی)

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پانچ ایسی خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو عنایت نہیں کی گئی۔

① ہر نبی کو خاص اسی کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ اور سیاہ کی طرف

بھیجا گیا ہے۔

- ② پہلے کسی نبی کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا لیکن میرے لیے اسے حلال کیا گیا ہے۔
- ③ اور صرف میرے لیے ہی تمام زمین پاک، مطہر اور مسجد بنادی گئی ہے لہذا جو شخص کہ پالے اس کو نماز وہ اسی جگہ نماز پڑھے۔
- ④ اور میری ایسے رعب سے مدد کی گئی جو (لوگوں پر) ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہو جاتا ہے۔
- ⑤ اور مجھے شفاعت عطاء کی گئی ہے۔“ مسلم، المساجد، باب المساجد و مواضع الصلاة (۵۲۱)

نظر رحمت سے محروم قاری اعظم (درجہ خامسہ)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں کی طرف روز قیامت اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔

✦ الْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ وَالدِّينَ كَانَا فَرَامَانَ

✦ وَالْمَرْءُ الْمُتَوَكِّلُ عَلَى الْمَرْءِ الْمَشَاهِدِ كَرْنِ وَالْمَرْءِ الْمَرْءِ

✦ وَالَّذِي يُؤْتِ الْأَرْثَ وَالْمَرْءِ الْمَرْءِ (جو اپنے گھر میں بے حیائی اور بے پردگی کو برقرار رکھے)

(نسائی، الزکاة، باب المنان بما اعطی) (۲۵۶۲) الصحيحہ (۶۷۴)

علم والوں کی فضیلت زیر اسلم (درجہ ثالثہ)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ زہری رحمۃ اللہ علیہ: مکتہ المکرمہ سے عبدالملک بن مروان: مکہ مکرمہ میں ایسا شخص کون ہے؟ جس کے عام لوگ گرویدہ ہیں۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ: عطاء بن ابی رباح

عبدالملک بن مروان: عطاء بن ابی رباح کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: وہ عجمی ہیں

عبدالملک بن مروان: ان کی سربراہی کی کیا وجوہ ہیں؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: عطاء بن ابی رباح کو دینداری، امانت اور صحتِ روایت کی وجہ سے عوام میں مقبولیت حاصل ہے۔

عبدالملک بن مروان: دینداری اور صاحبِ روایت شخص فی الواقع اس قابل ہوتا ہے کہ اس کی عزت و تکریم کی جائے اور اس کی سیادت کو تسلیم کیا جائے۔

عبدالملک بن مروان: نے پھر سوال کیا کہ

اہلِ یمن کس کی سیادت کے قائل ہیں؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی سیادت کے۔

عبدالملک بن مروان: وہ عربی النسل ہیں یا عجمی؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: وہ عجمی ہیں۔

عبدالملک بن مروان: طاؤس کی سیادت کے اسباب کیا ہیں؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: طاؤس کی سیادت کے وہی اسباب ہیں جو عطاء کی سیادت کے ہیں۔

عبدالملک بن مروان: اسی طرح ہونا چاہئے۔ پھر پوچھا اہل مصر کس کی سیادت کو تسلیم کرتے ہیں؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: یزید بن حبیب کی سیادت کو۔

عبدالملک بن مروان: یزید بن حبیب کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: عجم سے۔

عبدالملک بن مروان: نے پھر پوچھا؛ شام میں ایسا کون خوش نصیب ہے؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: بکحول رحمۃ اللہ علیہ

عبدالملک بن مروان: بکحول رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: عجم سے (یہ ایک مغربی غلام تھے انہیں بنو ہزیل کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا)

عبدالملک بن مروان: اہل جزیرہ کے ہاں کوئی محبوبِ خلافت ہے؟

زہری رحمۃ اللہ علیہ: میمون بن مہران

عبدالملک بن مروان: اس کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟
 زہری رحمۃ اللہ علیہ: عجم سے۔

عبدالملک بن مروان: اہل خراسان میں کس کی سیادت کا سکہ چلتا ہے؟
 زہری رحمۃ اللہ علیہ: ضحاک بن مزاحم کی سیادت کا۔
 عبدالملک بن مروان: ضحاک کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟
 زہری رحمۃ اللہ علیہ: عجم سے۔

عبدالملک بن مروان: اہل بصرہ میں کس کی سیادت کا لوہا مانا جاتا ہے؟
 زہری رحمۃ اللہ علیہ: حسن بصری کا۔
 عبدالملک بن مروان: اس کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟
 زہری رحمۃ اللہ علیہ: عجم سے۔

عبدالملک بن مروان: تجھ پر افسوس! اب یہ بتاؤ کہ کوفہ میں ایسا بلند بخت کون ہے؟
 زہری رحمۃ اللہ علیہ: ابراہیم النخعی
 عبدالملک بن مروان: ابراہیم کا تعلق عرب سے ہے یا عجم سے؟
 زہری رحمۃ اللہ علیہ: عرب سے۔

عبدالملک بن مروان: خوش ہو کر بولا! زہری! تم نے مجھے خوش کر دیا ہے۔
 بخدا کیا عرب کے ان شہروں میں علمی اعتبار سے اہل عجم کی سیادت ہوگی، سرزمین عرب کے
 منبروں پر عجمی خطبہ دیا کریں گے اور عرب سامنے بیٹھ کر سنا کریں گے؟
 زہری رحمۃ اللہ علیہ: اے امیر المؤمنین! دین اسلام ایک ایسا جوہر ہے جو اسکی حفاظت کرے گا، لوگ
 اسی کی سیادت و قیادت کو تسلیم کریں گے اور جس بد بخت نے دین اسلام کو پس پشت ڈال کر
 اسے ضائع کر دیا وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل ہو جائے گا۔